

قرآن ترانہ پڑھ رہے تھے۔ آپ کے آگے کی آہٹ سسکا آپ کی مس سے ان کو چھپا دیا عمر آئے۔ اور پوچھا یہ مرم دم مار کیسی تھی۔
خاتمہ۔ کچھ نہیں۔

عمر خیر میں ہے ساتھ تم دونوں نے دیں ہو گئے ہو
 یہ کہ میں اور سولی کو سب مارا یہاں تک کہ جس سے لگا۔
 فالکھمہ۔ عمر حویہ اسی باب ہے کہ میں کو تیرا دین چھوڑ چکی اور اب اسلام دل سے ہرگز نہیں
 نکل سکتا
 عمر۔ اچھا مجھے وہ دکھاؤ جو تم پر نعرہ رہے تھے۔

[illegible]

یہ آرب بڑھتے ہی آپس کے دل میں انکس انقلاب پیدا ہوا اور کہا کیا تو اپنی اسی سے بھلائے گئے ہیں اس سے بھاگ کر کہاں جاؤ گے کہاں سے مجھ نے چلو اس کے پاس کہ میرے اسی دل پر اطمینان کا پھار رکھے۔ وہ عمر جو تلوار و سوت کو اس کے قتل کے لئے نگہ سے

باب ہر حکم ہے۔ اب وہی تلو اس کے قدموں پر کھنے کو حائز ہے حضرت بنی الدین انصاری جو حضرت عمرؓ کے خوف سے اندر چھپے ہوئے تھے۔ یہ الفاظ سن کر باہر نکلے اور ان کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں گئے جہاں آپ اسلام پر ایمان لاکر اس میں عقد کی اشاعت و مزید تقویت کا باعث ہوئے۔

حرم بن حیان ایک مرتبہ حضرت اولیس قرنیؓ کو ملے اور کہا۔

حرم بن حیان۔ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی روایت تو بیان کرو کہ روم کی کشتی کا باعث ہو۔

اولیس قرنیؓ نے ان کو دیکھا نہیں۔ روایت کیا کہہ سکتا ہوں۔ البتہ حدیثیں ہی ہیں۔ حرم بن حیان۔ کوئی حدیث ہی کہو۔

اولیس قرنیؓ یائیں محدث اور مفتی نہیں بننا چاہتا۔ مجھ کو خود ایک شعلہ حاصل ہے۔ جو مجھے اس طرف آنے کی فرصت ہی نہیں دیتا۔

حرم بن حیان۔ کوئی آیت ہی بیان کرو۔ حضرت اولیس قرنیؓ نے یہ آیت پڑھی۔

وَمَا خَلَقْنَا الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونَا وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا لِيُعْبَدُوا وَمَا خَلَقْنَا هَهُنَا إِلَّا لِيُعْبَدُوا وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ۔ یہاں تک کہ حو العزایز رحمہم تک پڑھا۔ اور جب آخری الفاظ تک پہنچے۔ تو آنکھوں سے آنسو گر پڑے اور ایک بلند نعرہ لگا یا حرم بن حیان کہتے ہیں۔ اس وقت حضرت اولیس قرنیؓ کی حالت درو انوں کی سی معلوم ہوتی تھی۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ بڑے رقیق القلب تھے۔ اکثر غازیوں اور قرآن شریف کے

سے حضرت عمرؓ روئے غصہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوسرے خلیفہ تھے تزلزل کی عمر میں حرم اللہ روئے شہداء کو انتقال فرمائے۔ آپ نے قریباً ساڑھے دس سال تک خلافت کی ہے۔

سے حضرت ابن عباسؓ نے آپ کے رشتہ داروں اور غصہ مسلم کے مادہ ہاتھ سے حضرت اہل امن میں کی طرف کر کے فرمایا کہ تھے ہمیں کہ طرف سے رست کی قسم ہاں ہوں حضرت عمرؓ فاروقؓ اور حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ سے اپنے ملاقات کی ہے۔ بلکہ حضرت علیؓ کو رست وجہ کے ساتھ لڑا۔ میں بھی شامل رہے۔ یہاں تک کہ ہمارے ساتھ رہے۔ مسائل کرنا۔

یہ وقت آپ پر وقت طاری ہو مایا کرتی تھی اور گھنٹوں تک اسی اتک دروں کے عالم میں رہا کرتے تھے۔ ابراہیم مصری کہتے ہیں کہ ایک مارا نام کا سب سے عارضہ میں یہ آیت پڑھی: وَلَا تَحْضَنْ أَلْفَهُنَّ فَقَدْ عَلِمْتُمْ الْفَاحِشَ "بھے ہرگز نہ بھوکو کہ اللہ تعالیٰ طالبوں کے اعمال کو دیکھنے سے حسرت سے مسموم ابراہیم برکوع ۷۷۷ سکا کہ ہر ایسی قتل طاری ہوئی کہ کاپتے تھے اور آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔

ایک شخص آپ کے پاس ایک سلسلہ دیکھنے کے لئے آیا آپ اس وقت قرآن تلاوت کر رہے تھے جب اس آپ پر پہنچے: وَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ أَخْرَجَهُمْ مِنَ مِصْرَ عِيسَىٰ وَمَا كُنْهُمْ بِمُعْزِزِينَ "اسی مسموم کے عذاب سے تو اس آپ کی ٹھکانہ کر کے لگے سال ایک کہ عیسائی مانتے تھے تو امداد مل گئی تھی۔ اور آپ اس کا ٹکڑا سہیل کرتے تھے۔ آخر عمارہ کا وقت حب قرب آیا تو آپ نے اس آیت کا ٹکڑا سہ کیا

ایک مرتبہ ہمارے یہ آیت پڑھی: مَلِ السَّاعَةَ مَوْجِدُ نَحْمُ وَاللَّعْنَةُ أَهْلُهَا وَمَا رَزَقُوا قَدْ كُونُوا ۲) یہی قیامت گنہگاروں کی عذاب کا ہے (۱) رحمان صاحب مہربان اور مانگا چیر ہے آپ اسی آیت کو رات بھر پڑھتے رہے اور رات بھر روئے رہے۔ یہ مدت کثرت کہتے ہیں میں ایک مارا آب (حسرت امام الوصلہ) کے ساتھ ہمارے میں سر ایک چوڑا نام ہمارے سورہ رزلال پڑھی رہا لوگ بھر پڑھ کر چلے گئے۔ میں نے آپ کو دیکھا۔ ٹھنڈی سانس لے رہے ہیں۔ دیکھ کر میں بھی چلا گیا۔ صبح کو حب مسجد میں آیا تو دیکھا۔ آب سورہ رزلال کا ورد کر رہے ہیں آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ اور ٹپکے ورد سے کہہ رہے ہیں۔ اسے فہم بھر کی اور وہ سوئی کا بدلہ دیے والے ایسے سہ لہماں کو (لہماں آپ کا اصل نام تھا) ورد کی آگ سے محسوس رکھا

حضرت مولانا شاہ درگاہی جس کی گزشتہ اور تین اٹھنی کی کیسب مدکرہ اس الگ سے

۲۵۳

۲۵۴ نام آس کا جس حق لقب شاہ دہلوی محسوس اٹھنی اب حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کی اولاد سے من و شرف آس کا فعل فعلی تھا سر اس کا فعل فعلی ہوا اور اسے ۲۵۴ نام کی مدد اس سے مانع و اس ۲۵۴ ہے ہر آپ کی یا س رام پور میں ہے۔

معتمد ہو سکتی ہے۔ ایک بار امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے امام نے آیہ کریمہ
يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَكْبَرُ مِنْكُمْ جَمِيعًا اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ کے ساتھ ساتھ رکعتیں میں یہ
دُعا کہ ان تینوں محبت رکھتے ہیں بلکہ ان کے علاوہ کسی نبی کی نسبت زیادہ ہوئی ہو کیا اس آیت کے سنت میں جوش میں آگئے جسم
مبارک کو حرکت ہوئی۔ نماز کے بعد آپ کے ساتھ امام اور مقتدی غلبہ و جدوجہد وصال
سے مدد پرش و بلے حال ہو گئے۔ اور مسجد میں ہائے ہو کا ایک شور عظیم برپا ہوا۔ خدا
کی قدرت سے جتنے لوگ مسجد میں آتے تھے۔ سب پر یہی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔
ابو عبد اللہ محمدی باوروی جو پہلے طبقہ کے بزرگوں کے سرگرم رہے ہیں۔ ایک دن
اپنی دوکان پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک اندھا ان کے سامنے سے یہ آیت پڑھتا ہوا گذرا
اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ
کے کانوں تک جب یہ خدائی الفاظ پہنچے تو وہ جوان کے ہاتھ میں ہاتھ سے گر گیا۔
اور بے خود ہو کر گرم لوہے کو ہاتھ میں اٹھا لیا۔ شاگرد پاس ہی بیٹھا ہوا تھا۔ وہ یہ
کیفیت دیکھ کر کہ گرم لوہے کے اٹھانے سے انہوں نے کوئی تکلیف محسوس نہیں
کی رشتہ دار رہ گیا۔ آپ نے پوچھا کام کیوں نہیں کرتے۔ اور یہ حیرانی کیسی ہے اس
نے کہا۔ آپ کے ہاتھ میں تپا ہوا لوہا ہے۔ اور آپ کو درد محسوس نہیں ہوتا۔ آپ نے
دیکھا تو کہا۔ اب تو بے عیب نظر ہو گیا۔ یہ لکڑاٹھ کھڑے ہوئے اور دوکان کو چھوڑ دیا۔
ابو بکر مازنی مصری بیان کرتے ہیں کہ سید الضحیٰ کے دن میں نے ایک ویش
کو دیکھا جس کے ہاتھ میں کوزہ یا پھل گلی تھی۔ وہ کہتا تھا یا مسک یا مسک یا مسک یا مسک
بن باحجہ و قریب یا انھما و لست املک الا انفسی فشیق شہیقہ و مات یعنی
اے میرے سردار لوگ تیری طرف اپنے ذہنوں اور قریبانیوں کے ساتھ نزدیکی اور
قربت کی تلاش کرتے ہیں۔ اور میرے پاس صرف اپنا وجود یعنی اپنی جان ہی ہے۔

۱۵ آس آس گی کا کہہ کر ہے۔ جو غرض خداوندی اور اسرار کے۔ جس کا
اتصال صحت سے تعلق ہے۔ درمیان بیان کیا جا رہا ہے۔ نجات الہیہ کے لئے اولیٰ میں بخیر فرمادیں
مطار نے۔ وافتہ ابو بعض حداد سے منسوب کیا ہے

یہاں تک کہ اسی العاطف کی تحریک میں ایک یہ سورج مار کر اپنی ماں جہاں آویں کو پہنچا
حضرت داؤد علیہ السلام کو عرش عرواستے میں کہ میں ایک مرتبہ تیج الو العباس شقالی قدس سرہ
کا خدمت میں گیا و کھا تو وہ دروسے سے اودہ آیت پڑھ رہے تھے صرف اللہ
مقدس اسد آسمان کا لیسہ سرتلی یہی جیسے مثال ہی خدا تعالیٰ نے اک سد کی جو
ملوک یہی کسی اد کی ملک ہے اود کی سے پر قدرت اور قائلو ہیں رکھتا حضرت
داؤد علیہ السلام کی جو سری تم لالا ہدی مصف کشف الخیر فرماتے ہیں کہ اس آیت کے
یہ حصے سے ان کا حال ہوتا تھا اور جو سد سے وہ حیرے مار تے تھے میں
نے یہ لیا کہ وہ ضرورت ہو جائیکے آخر میں نے یتاب ہو کر کہا یا سح یہ کیا حال
سے فرمایا گیا وہ سال اچھلے میں یہ آیت میرا وظیفہ ہے پڑھتا ہوں اور اپنی لے لی
یہ کیسی بیروتاموں سیح نظام الدین اولیا و محبوب الہی دہلوی علوم دینی کی تحصیل و
تعمیل کے بعد رات کو دہلی کی جامع مسجد میں رہتے تھے صبح کے وقت مؤذن نے سارہ
پر پڑھ کر انک دس آیت ٹری آلہ نایب ابنین اسواں تحسہ قلوبہم لدا کما
اللہ - پھر کیا ایمانہ اروں کے لئے اچھا رفت میں آیا کہ ان کا دل الہ کے دکر
سے کر لڑا میں اور ضائف ہو جائے جس یہ آیت آپ نے شی تو لب ہر ایک چوٹ
کی چہرے پر ایک مایاں تعبر ہوا - مایا معلوم ہوا کہ - رں طرف سے الہ سے
ترع ہو گئے ہیں اسی بقراری کے عالم میں یسر سر حنین کے حضرت خیر الدین گھٹک
کے حضور میں گئے - اس سے تپ وروں کی دعا طلب کی - اور مرہ کمال تک پہنچے
سیح محی الدین عا القادر جلالی حویات العظم کے نام سے مشہور ہیں ایک
مرتہ تھوٹی عمر میں ایک گائے کو چرائے کے لئے ایک گھب میں لے گئے - کائے لے
کما عبد القادر لہما احلبہم ولا لہم ابوات - لہے اسے عبد القادر ہم اس لئے

سے سیح الو العباس کا اصل م محمد اسد سے ٹرے ہو گئے تھے حضرت داؤد علیہ السلام
فرماتے ہیں مجھ کو ان سے بہت محبت تھی اود کو بھی محمد پڑھتے تھے اود علوم سے
میرے اسد و شہدات سے

نہیں پیدا کئے گئے۔ اور نہ اس کا تم کو حکم ہوا ہے۔ فرماتے ہیں۔ مگھاسے کو زبان سے یہ الفاظ سن کر میری حالت متغیر ہو گئی۔ بلکہ میں خوف زدہ ہو گیا۔ اور گھبرا کر اور والدہ سے اجازت لیکر بغداد میں تحصیل علوم کے لئے چلا گیا۔

خواجہ قطب الدین بیچے جامی نیشاپوری فرماتے ہیں۔ ایک دن خدائی جندوں کے کند کو اپنے دل کی گردن میں ڈال کر جنگل میں نکل گیا۔ اسی حالت میں یہ آیت سنائی دی۔ "واذن فی الناس بالبحر یا توک ربنا" یعنی پکارو۔ لوگوں کو کہ حج کیلئے تمہارے پاس آئیں فرماتے ہیں۔ اس آیت کا اشارہ ہونا تھا۔ کہ تعلقات کی رہی سہی ازنجیر ہی ٹوٹ گئیں۔ اور میں بغیر کسی تیار ہی کے پابادہ ہی بیت اللہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

حضرت فضیل بن عیاض جو ائمہ اہل بیہر اور طحاوی تھے۔ ایک دفعہ اپنے خیمہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک قافلہ ان کے پاس سے گزرا جس میں ایک قاری صاحب اونٹ پر بیٹھے ہوئے نہایت خوش الحانی سے یہ آیت پڑھ رہے تھے۔ "اکھربان الذین امنوا ان یشککم فلا یفہموا لذلکما اللہ" یعنی کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد کے لئے گڑگڑائیں اور اس کے دربار میں حاضر ہوں۔ یہ سن کر آپ پر ایک خوب کیفیت طاری ہوئی۔ نعرہ مار کر کہا فشیبہ! عمر مزید کب تک لوٹ مار میں ضائع کرتا رہے گا۔ یہ کہ نہ امت یہ میری اور پریشانی کے عالم میں کسی دیرانہ کی طرف نکل گئے۔ حضرت بابرید بسطامی جو عارفوں کے سلطان گذرے ہیں۔ ایک دفعہ ایک جامع مسجد میں گئے خطیب نے ممبر پر یہ آیت پڑھی۔ "وذا الذین یؤمنوا الذین یؤمنوا الذین یؤمنوا" سنتے ہی وجد میں آ گئے۔ اور ممبر پر دیر تک ہاتھ مارنے لگے۔ اور آخر بیہوش ہو کر گر پڑے۔

شیخ منصور مہار ایک مرتبہ بہت رات گزرنے کے بعد اپنے مکان سے باہر نکلے تھوڑی دور جانے کے بعد ایک مکان سے ایک مناجات کی آواز سنائی۔ جس کے

صاحب بید النش بمشاور کی اور وطن جام ہے۔ شیخ زکریا عیسیٰ علاؤ الدین۔ شیخ صدر الدین اور ہمایوں کی صحبت میں رہے۔ پندرہ برس تک دفعہ حج کیا ہے۔ وفات آپ کی (۸۲۷ھ) اور والدی (۸۲۷ھ) کو ہوئی۔ آپ کی قبر مراکش میں ہے۔ (۸۲۷ھ)

العاظیہ تھے۔ خداوند اگر تو میری دستگیری نہ کرے گا تو اسے کون کریگا۔ اگر تو عباس
 نہ کرے گا تو اور کون کرے گا میں اسے گناہوں کا لوجہ کناں حاکم سپہ سالار تیس سو
 فرماتے ہیں یہ سماعت میں کر لیں اے ایک نعرہ مارا اور یہ آیت پڑھی ۔

اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ يَا اَيُّهَا اللّٰهِ
 اَسْوَاقُ الْعِلْمِ دَاخِلُكُمْ بِاَمْرٍ اَوْ قُوْدُهَا الدَّاسُ وَالْخِطَاةُ اِلَّا سَهْرُ رَحْمَةٍ
 لِّعَالَمٍ وَالْوَقْتُ اِهْبِیْ جَانِلٌ كُوْدُ اِهْبِیْ سَهْرُ دُوْدٍ كُوْدُ اَكْ سَهْرُ دُوْدٍ حَسْبُكَ

ایک ص آدمی اس اور پتھر۔
 دس بھلے پر آپ چہر اسی مکان پر گئے دیکھا تو ایک تنورا اور ماتم پیاسے پوچھا کیا بیٹو
 کمالات کو ایک شخص نے اس مکان کے پاس آکر آپ پڑھی صاحب حاکم کا لڑکا جو
 وہاں صلیغ اور عاشق قرآن مجید تھا۔ اس کے سنے سے لے جس ہو گیا دیر تک
 تڑپ رہا آخر ایک نعرہ مارا اور حال کج تسلیم ہو گیا۔ یہ سنا آپ نے فرمایا وہ آیت
 پڑھے والا میں ہی ہوں ۔

حضرت ابو بکر و اہل بیت کا حق کو صاحب تہ کتہ الاولیاء نے مؤید الاولیاء لکھا
 ہے ایک لڑکا کتہ میں جایا کرتا تھا ایک دن جب وہ کتہ سے واپس آیا تو
 آپ نے دیکھا کہ اس کا رنگ اٹھا ہوا ہے اور رو رہا ہے پوچھا بیٹا یہ کیا حالت
 ہے۔ کہا کیا عرصہ کروں اتنے سداوے ایک ایسی تیس پڑھائی ہے کہ اس کے
 سنے اور پڑھے سے لے حال ہو گیا میں دل سمجھا رہا ہے۔ اور اشک تھمے میں
 نہیں آتے پوچھا وہ آپ کو سے کہا پڑھیں اعلیٰ اولیاء سیما اس دن کہ
 جہوں کو لڑھا سادگی آسمان کا رولڈ کا حاکم ہو کر چہر ہی دلوں میں راہی عدم ہو
 کیا حضرت ابو بکر و اہل بیت کی مہر پر جا کر نے اور کہا کرتے تھے۔ اے الکریم
 درو ایک ہی آپ کے سنے کی تاب نہ لا کر خدا کی راہ پر قربان ہو گا سے اور مجھے
 آں پڑھے اتنے سال ہو گئے۔ لیکن مجھ پر کوئی اثر نہ ہوا

مسکالوں میں حضرت دو اصول شریعت کی ضرورت تھی تہر سہا پتہ سہا کے رہا میں جس

کسی عرب کی ملازمت کرنی تو بزعم عیش آراستہ رہنے لگی۔ اور تسلسل کے ساتھ جام کا دور رہتا۔ مؤرخ ابن یونس لکھتے ہیں۔ اسی حالت میں انہوں نے ایک صاحب دل کو یہ آیت پڑھتے سنا: **الذین آمنوا ان تحبہم قلوبہم لدن کما اللہ** یعنی ایمانداروں کے لئے کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل میں ذکر الہی سے خشوع و عاجزی پیدا ہو۔ اس آیت کا ان پر ایسا اثر ہوا کہ تمام مناسبات سے توبہ کر لی۔ اور سچہ کھجی اس طرف متوجہ نہ ہوئے۔ بلکہ ایک جہان کو اپنا گرویدہ کر لیا۔

دربار بغداد سے بھی ذوالنون کو تعلق تھا۔ وزیر اعظم فتح بن خاقان اور خلیفہ زادہ عبد اللہ بن معتز ان کی بڑی عزت کرتے۔ اور جب کبھی مجلس میں آجاتے تو خلیفہ متوکل خود ان کی تعظیم کرتے بٹھاتے و عطا سنتے اور روتے ایک مرتبہ لوگوں نے ذوالنون کی بدگوئی کی۔ خلیفہ نے انہیں مضر سے بلوایا۔ دربار میں آئے۔ تو مجلس **ان بعض الظن اللذان بعض بدگمایاں گناہ بین** کی تفسیر ایک دلگیر اور پریسوز پیرایہ میں بیان کرنی شروع کی۔ تو خلیفہ بے اختیار ہو کر رونے لگا۔

خلافت فاروقی میں محاصرہ دمشق کے وقت کچھ اسلامی سپہاہ فعل اور میان کی طرف روانہ کی گئی تھی۔ یہاں سچاس ہزار عیسائی قلعہ بند تھے۔ امین الامۃ حضرت ابو عبیدہ جب لشکر لے کر فحل میں پہنچے۔ تو عیسائیوں نے نہر کا بند توڑ دیا۔ جس سے تمام میدان میں سیلاب آگیا۔ اور لشکر اسلام کو سخت نقصان پہنچا۔ ایک شب عیسائیوں نے مسلمانوں پر شجون مارا۔ لیکن وہ غافل نہیں تھے۔ حضرت سیف اللہ خالد بن ولید نے بڑی بے جگری سے مقابلہ کیا۔ لیکن اسی اثنائیں عیسائیوں کا ایک اور لشکر لگا رہا تھا۔ لشکر اسلام پر آیا۔ حضرت سیف اللہ خالد بن ولید نے اپنی قبیل اور دشمن کی کثیر جمعیت

سے تکرۃ الاولیاء مولانا فرید الدین عطار میں فضیل بن عیاض کی توبہ کے متعلق بھی یہی آیت لکھی ہے۔ **ذوالنون مصری کی توبہ کی روایت** اللہ کے ایک مضمون ذوالنون مصری مرفوعہ مولانا عبد اللہ عمادی سے نقل کی گئی ہے۔

تاریخ ابن نمکان جلد ۱ صفحہ ۱۷۱ از الحدوۃ۔

دیکھ کر اپنے لشکر کو سرخوش لمحہ میں نہ آس پڑھ کر سہائی۔ یا ایہا الدین امسوا ادا
 العیام فیئہ فاستخادو ادکم واللہ کثیرا تعددکم علی حوف۔ و اھیحو اللہ ورسولہ
 ولا سارعدوا فقلوا و تن حبت سر یھکد و اصیاد و ارات اللہ مع الصابریں۔
 ترجمہ۔ اے ایمان والو! تم رکازوں کی (کسی طرح سے ملو تو ناسب دم رہو۔
 اور اللہ پاک کو بہت ادا کیا کرو۔ تم ضرور فلاح پاؤ گے۔ صبر اور خدا کے رسولؐ کا
 اطاعت کرو۔ خدا اس میں بھوٹ نہ ڈالو۔ تم باہر وہب جاؤ گے۔ اور تمہاری رستہ
 ہوئی، چڑھا حالی رہائی۔ اور سر کر و تختن اللہ صبر کر لے والوں کے ساتھ ہے
 مدوجی دعوں کے جملے ٹرے محسوس۔ ان کی تعداد سب زیادہ بھی نہیں
 حضرت سیف اللہ کا اس آئین کو ثاوت کر ماحاد و کا کام کر گیا۔ اسلامی لشکرات
 اللہ مع الصابریں کے لعرے لگتا ہوا دشمن پر ٹوٹ پڑا یہاں تک کہ رومی
 سب سی مابین چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا۔

لنکس ابھی اس مات کو سب تھوڑا عرصہ گدرا سمجھا۔ کہ رومیوں کا دوسرا
 سپہ سالار سکندر نامی امی جام باہمائدہ فوج لنگہ پداں میں آگیا جس سے لڑاؤ
 رہا گہنی دلی گیا اسلامی سپاہ میں سب سے آگے حضرت خالد بن ولید تھے۔ یہ
 مارک غالب دیکھ کر آپ کی حرارت اسلامی لے خوش مارا اور اس وقت آپ
 نہ آئیں ٹرے پڑے رور لہجہ میں پڑھ کر سہائی۔ ولیقارل فی سبیل اللہ یا لدین
 یشادون الحوہ الدینیا بالحرۃ و من یقاتل فی سبیل اللہ یموتل او یعلب
 فسوف یتوبہا عنہا عظیماً۔ ترجمہ۔ سو علیئے لڑیں اللہ کی راہ میں۔

پس دینا کی رہائی آجیر۔ اور جو کوئی لڑے اللہ کی راہ میں پھر مارا جائے یا غالب
 ہو ہم دیشے اس کو مٹا (حرر تواب)

مسلمانوں میں جو خوش اس آیت سے پیدا ہوا۔ قلم میں طاق نہیں کہیاں
 کر سکے۔ اس جوں اس اثر اور اس کیف و وحد کا جو اس آیت شریفہ سے پیدا ہوا اور
 اندازہ نہ ہے کہ مسلمانوں کے بیکارگی حملہ سے عیسائیوں کے موطن و حواس جلتے ہیں

صفیں کی صفیں اکٹ گئیں۔ عیسا ئی اپنے بڑے بڑے افسروں اور سپاہیوں کی بے شمار لاشیں میدان میں پھیڑ کر بھلا کے غرض انہوں نے صلح کی درخواست کی۔ جو منکدر کی گئی۔ (شمس التواریخ حصہ دوم صفحہ ۲۳)

احمد بن مقاتل علی کہتے ہیں کہ یہ ماہ مبارک رمضان میں ایک رات امام کے پیچھے شبلی کے برابر صف میں کھڑا نماز پڑھ رہا تھا۔ امام نے تلاوت کرتے کرتے آید کریمہ **وَلَيْتَنَّ شَانِئَكَ هَبْنِ بِالَّذِي اَوْحَيْنَا إِلَيْكَ** پڑھی۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر ہم چاہیں تو اسے محمدؐ ہم نے تجھ پر جو وحی بھیجی ہے۔ اسے واپس لے لیں۔ یہ آیت سنتے ہی شبلی نے اس زور سے چیخ ماری کہ میں سمجھا اس چیخ کے ساتھ ہی ان کی روح پرواز کر گئی۔ ٹھوڑی دیر بعد ان کی یہ حالت تھی کہ کانپتے تھے۔ اور بار بار کہتے تھے: دوستوں سے یوں خطاب کیا جاتا ہے؟ تو پھر پھلا ہم ایسے لوگوں سے کیا خطاب ہو گا؟

لے تاریخ فتویٰ الیاد۔ ابن اثیر۔ ابن قلدون وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ سید محمدؐ کا ہے۔ مگر بعض مؤرخین اس واقعہ کو سالہ جبری کے واقعات میں تحریر کرنے میں غلطی کر دیا

حصہ دوم

برق طور

تیسری صدی ہجری کا ذکر ہے کہ بعد اذ کے ایک مکان میں ایک لوحِ صوفیہ
پڑی و کتبے میں یہ استعار گاری تھی

اذا قُلتُ اهدنی الخیر فی حلل اللیلۃ تقویٰ لولا الخیر لم یلب الخیر

جب میں کہتا ہوں کہ مجھے معیشت کے حلق و طے کئے تو وہ جواب دی ہے۔
کہ اگر مجھ سے ہوتا تو محبت میں مردہ بھی نہ تھا۔

وان قلبُ هذا القلبِ احمرُّ من البوی تقویٰ بلوا لہوی سہو القلب

اور اگر کہتا ہوں کہ عشق نے اس دل کو بھی صدف دیا تو وہ کہتی ہے کہ عشق کی آگ ہی نے
تو دل کو شربت عطا کی ہے۔

وای قلّت ما ادمت قالت مخلیمۃ جیہا بل و سبکایا لفاں بہ دم

اور اگر کہتا ہوں کہ میں نے کیا خطا کی لوحِ صوفیہ سے کہ خود میری آمد کی ہی اتنا شرم
کہا ہے جس کے ملہ کوئی گناہ نہیں ہو سکتا۔

اں اتوار اور اس دہرے کے گلے سے ساید ہتھوں کو اچھی کشت سے راستہ روک
کے کھڑا کر دیا ہو گا۔ ہتھوں کی رماں سے لے امتیازِ آواہ کا کلمہ تمہیں بھی گیا ہو گا۔

اور بسوں نے متاثر ہو سکے تھے تحتِ آہ ملک و روزِ کیمیا جوگی بیکس اں سب کے مذاق
سے الگ الگ پالیا و صاحبِ باطن بہرِ دہرہ لعلہ اور یہ حادثہ محری آوار قباحت کا اثر

کر گئی۔ اس نے لے تحتِ اتنا ایک عہہ مارا۔ اور اُس راسخ عالم و مدطاری ہوا کہ دروازے
پر کھڑا ہو کے سنتوں کی طرح چھوٹے سے لگا۔ اس کا عہہ مستانہ س کے راگمیر ٹٹٹک کے

کھڑے ہوئے قریب و حوالہ کے لوگ عورتیں چہرہ دی سے دوڑ پڑے۔ اور خود مالک مکان

بھی گھبرا کے باہر نکل آیا۔ مالک مکان نے باہر آتے ہی پوچھا ”کیا ہوا؟“ اس نے خود رفتہ صاحب دل نے عجز و فروتنی سے جواب دیا۔ ”مجھے اس نغمے نے بیتاب کر دیا۔“ اس کے بعد گانے کی آواز سننا اور اپنا بے تاب و بے خود ہو جانا عرض ساری سرگزشت صاف صاف اور بلا کم و کاست کہہ سنائی مکان والا بھی اہل دل کا قدر شناس۔ فیاض اور منجلا تھا۔ ایک شریف و نیک سیرت شخص کو اس ہنسی و مدہوشی کے عالم میں دیکھ کے عرض کیا ”حضرت یہ میری لونڈی کی آواز تھی۔ آپ کو اس سے وابستگی ہے، اس کو گئی ہے تو وہ آپ ہی کی ہے۔“ یہ کہتے ہی اندر جاکے لونڈی کو باہر نکال لایا۔ اور اس کا ہاتھ بزرگ کے ہاتھ میں دے کے کہا ”اب یہ آپ کی ہو چکی۔ آپ کو اختیار ہے چاہے یونہی اپنے قمر میں لایئے۔ اور چاہے آزاد کر کے نکاح پڑھالے۔“ یہ بزرگ بھی کوئی معذرتی شخص نہ تھے۔ ان کی بے خودی کسی شہوانی جوش اور سبہ کاری کے جذبے کا نتیجہ نہ تھی۔ لونڈی بے قیاد پاپا۔ تو اسی جگہ اور اسی مقام پر آزاد کر کے اپنی خانقاہ کے ایک شریف ہم مذاق دوست کے ساتھ اس کا نکاح پڑھ دیا اور آگے کی راہ لی۔

اس واقعہ کی یادگاریں اُدھر اس لونڈی کے بطن سے نوچند روز بعد ایک صاحب علم و فضل کا پیدا ہوا۔ جس نے پاپا و دس سچ کئے۔ اور اصران بزرگ کی بھی عجیب حالت ہو گئی۔ یہ نغمہ و لکڑی ان کے پُرشور دل پر کچھ ایسا اثر کر گیا تھا۔ کہ اسی ایک سریلی تان اور جادو بھری آواز نے سچی فنایت کے رُتبے پر پہنچا کے ولی کامل بنا دیا۔

یہ بزرگ کون تھے؟ انہیں کوئی کم نام و غیر معروف شخص نہ خیال کرو۔ یہ ایک بڑے اعلیٰ پائے کے ولی کامل تھے۔ اور وہ شخص تھے۔ جن کا نام حقیقت و عرفان کے عالم میں ہمیشہ آفتاب عالم تاب کی طرح چمکتا رہیگا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جن کے نام کا سارے دنیا و ادب کرتی ہے۔ جنہوں نے ریاضت و نفس کشی اور صفائے باطن کے اعتبار سے اسلام میں امامت کا مرتبہ حاصل کیا ہے۔ جنہیں مشائخ باطن اپنا پیشرو تسلیم کر کے ”سید الدلائل“ کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

سلہ و فیات الاعیان لاس خلدان۔ حالات جنید بغدادی رحمۃ اللہ تذکرہ جنید بغدادی۔

حضرت شیخ ابوبکر ثمالیؒ ایک دل دریا نے وحدت میں ڈوٹے ہوئے اور عشق
آگے سے دیتا ہے وبقراطع متاہ وضع سے اپنے منہ حضرت حسد کی خدمت میں حاضر
ہوئے ساتھ آگے ادب سے کھڑے ہو گئے اور اتنا اور سے کی میتالی کے ساتھ اپنے ہاتھ
بہا تھا ہار اور خوش و خوش سے نہ ہوا ہٹا رہے۔

عندہ فی الوصول والوصول عندی دہمونی بالفتن والفتن منع
مجھے وصل کا نادہی سایا اور وصل شیریں سے۔ اور روگردانی سے مجھے رنجی
کیا اور روگردانی بڑی دشوار پیر سے۔

وَعَمَدَاهِیں اَصْحَوَاتِ دَہِی فَرَمَاتُحِی لَہِم دَمَادَاک دَہِی
مجھے رنجی کرنے کا ارادہ کرتے وقت وہ مجھے کہہ میرا گاہ ہی سے کہ مجھے اُس سے
زیادہ محسوس ہے سالانہ یہ کوئی گاہ کی بات نہیں۔

لَا وَحِی الْحَصِیۃ عِنْدَ النَّفَاقِی ماحِہ اَمِنْ حِیۃ اَلْیَحِیۃ
اس دوستی کی قسم جو سوال کے دہ ہو کر تھی ہے محبت کر کے والہ کی
سرایہ میں سے کہ محسوس ہی نہ کرے

نہ انتعار اُس کے حضرت حمید نے بھی میتالی کے ساتھ یہ بھوتوں و پھر سرس
شعر پڑھ دیا۔

وَمَسْأَلِی اَمَّا لَکَ فَاَمَّا اَمِیۃ عِلْب وھبہ السور وھبہ لَمَّا لَمَّا
اور مجھے پیر کے دیکھنے کی تمنا تھی لیکن مجھے خب و بکھا تو سرس کی جیسا اس
درطاری ہوئی کہ عین گریہ کو نہ روک سکا

جب حضرت حنیفہ کا اس سال ہوا۔ اور جب لوگ قبرستان سے واپس ہٹے تو
ایک محدوب فقیر نے جو مارہ کے ساتھ تھا حضرت حسد کے علیہ اور ساتیوں ابو
محمد حیریری سے کہا کہ تمہارا خیال سے گا اس سرور کو یا مجھ سے کہو کہ اس واپس
اپنے مقام پر جاؤ۔ اس کے بعد یہ اشتوا ہٹا رہے۔

لے و موات الیہاں الامین صلی علیہ۔

فاسفامن فراق قوم ہمد المصایح والحصون
ہائے افسوس ان لوگوں کے فراق میں جو چراغِ لہذا بیت اور قلعہِ لعلہ شیطان
سے بچنے کے ساتھ تھے۔

والمدن والمرت والرواسی والخبیر والامن والسکون
اور شہر تھے۔ اور آبِ نہر تھے۔ اور پہاڑ تھے۔ اور نیکی تھے اور امن تھے اور سکون تھے
لہذا تنغیہ لئالی الیالی حنتہ توفتھم المنون
ہمارے حق میں راتوں (زلزلے) میں انقلاب نہیں ہوا جہاں تک کہ موت نے
ان کی زندگی ختم کر دی۔

فکل جسمنا قلوب وکل ماء لنا عیون
تو سب چیزیں گویا ہمارے دل ہیں اور سارے چشمے گویا ہماری آنکھیں ہیں
یہ اشعار ختم کرتے ہی وہ ایک طرف بھاگا چلا گیا۔ اور اس کے بعد کبھی اس کی
سورتنہ دکھائی دی۔

حضرت ابو بکرؓ ایک واقعہ کا بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا ایک مجنوں چلا
جانا ہے۔ اور باز اس کے لڑکے اس کے پیچھے ہیں جو اسے کھینک کھینک کے پھرتا رہے
ہیں۔ یہاں تک کہ ان پتھروں سے اس غریب کا سر پیٹ گیا۔ اور سارا منہ خون آلود ہے
یہ حالت دیکھ کے میں نے لڑکوں کو جھڑکی اور ڈانٹا کہ کیوں اس غریب کو ستاتے ہو؟
لڑکوں نے کہا: ”مجناب آپ اس میں دخل نہ دیجیے ہم اسے بے مارے نہ رہینگے۔ یہ کہ سخت
تو کا فر ہے!“ میں نے کہا: ”تم نے کیسے جانا کہ یہ کا فر ہے؟ سب بوسے شیناب اس کے دل
میں بسی ہوئی ہے کہ میں خدا سے ملتا ہوں۔ اور اس سے باتیں کرتا ہوں۔“ تب میں نے کہا
”اچھا خدا تمہیں وہیں اس سے دو تین باتیں کر لوں“ پھر میں اس مجنوں کے قریب گیا تو دیکھا
کہ آپ ہی آپ باتیں کرتا اور ہنس ہنس کے کہہ رہا ہے: ”بس یہ تو نے خوب کیا کہ ان لڑکوں
کو جھڑک دیا۔ تاکہ ستائیں“ میں نے کہا: ”تم نے سنا بھی کہ لڑکے کیا کہتے ہیں“ فوراً
لہذا ذکرِ عینیہ بوالطینات، الکیر۔

میری طرف دیکھ کے پہلے کہا "یہ شبلی" پھر پوچھا "کہتے ہیں" میں نے کہا کہتے ہیں کہ تم اپنے گماں میں خدا کو دیکھو اور اس سے باتیں کر لے ہو" یہ الفاظ سن کر اس نے حوش و معروش سے ایک نعرہ مارا اور کہا شبلی قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے اپنی محبت میں مبتلا کیا اور بھلا ہے قرب و نعد کے درمیان میں لٹکا رکھا ہے ایک چشمِ رون کے لئے بھی اگر وہ میری نظر سے اوصل ہو جائے تو میں صد مہِ وراں سے تڑپ تڑپ کے پاش پاش ہو جاؤں" پھر یہ شعر پڑھا۔

حیال فی علی دکرالت ہے و متوالک فی قلبی فاس تعسک

تیرا خیال میری آنکھوں میں ہے تیرا ذکر میری زبان پر ہے اور تیرا مقام میرے دل میں ہے۔ پھر لو کہاں چھپ کے جائیگا؟ اور یہ شعر پڑھتا ہوا مہکا گا چلا گیا۔

شیخ تنہا بہ الدین سہروردی اپنی کتاب عوارف المعارف میں لکھتے ہیں ایک مرتبہ ایک شخص یہ شعر پڑھ رہا تھا

استألف من سلی و من سلی نکولہ علیہ لہما این تسولہ

سلی کو پوچھے ہو۔ بھلا کوئی تیرے والے سے عوامتا ہو اور تائے کہ وہ کہاں حاس کے ٹھہرے گی

حضر شیخ شبلی نے جب یہ شعر جو حداب و محبت کے عالم میں ڈوبا ہوا تھا سنا تو تڑپ اُٹھے۔ اور ایک نعرہ مستانہ مارا اور لوٹے خدا کی قسم دونوں جہاں میں کوئی تیرے والا نہیں۔

ایک دن معنی کو گاتے تھے کہ میں عالمِ سما میں لے دو ہو کے رور و شور سے ایک نعرہ مارا لوگوں نے کہ بیت پوچھی تو بھائے اس کے کہ کچھ سیاں کریں مشہور

تاغر عرب کثیر کا۔ جدب و دوں عشق میں ڈوبا ہوا سر پڑھا

لو یسمعون کہا سمعت کلامہا حرد الیرۃ من کما و سکوذا

میں طرح میں لے اس کی باتیں سی ہیں اگر یہ سب لوگ سُنا تے تو عہ

میری مشفقہ کے آگے رکوع و سجود گر پڑے تھے

عبداللہ بن علی نام ایک بزرگ کا بیان ہے کہ ایک رات کو میں اور بنی ایک سخت
سماع میں شرباب تھے۔ نوال نے کچھ گایا۔ اور بنی نے اس کے اثرِ نغمہ سے متاثر ہو کر ایک
نغمہ مارا۔ اور بیٹھے بیٹھے وجد و جود کی حالت طاری ہوئی۔ اب اور سب لوگ نو
کھڑے ہوئے تھے۔ مگر آپ بیٹھے تھے۔ اہل مجلس میں سے کسی نے کہا۔ ابو بکر یہ کیا کہ تمام
اہلِ عقل تو کھڑے ہیں۔ مگر آپ بیٹھے ہوئے ہیں؟ یہ بات سن کے اٹھ کھڑے ہوئے۔ مگر
حالتِ مستی بہ دستور تھی۔ اب آپ نے ابو نواس کا یہ شعر پڑھا

بِی سُمْکُ نَائِیْ وَلِلْمَدْمَانِ وَاحِدٌ لَا تَنْجُوْهُ فِیْضُ نَبْیِہِمْ وَحَدِیْ
مجھے دو نشے ہیں۔ اور ہم سب تھیں کو ایک اور یہ ایسی بات ہے کہ ان سب میں سے
صرف میرے ہی لئے مخصوص ہے یہ

بعض لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ کی کو عالم و جہ میں دیکھا کہ اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے
ہیں۔ اور ستانہ واریہ استغفار پڑھ رہے ہیں۔

شَفَقَتْ جِلْبِیْ عَلَیْکَ شَقًّا وَمَا یَجْلِبِیْ عَلَیْکَ حَفًّا
میں نے اپنے گریبان کو پھاڑ ڈالا حالانکہ گریبان کا تھپہ کوئی حق نہ تھا یعنی
اسے کچھ تسلیق نہ تھا۔

اَسْرَدَتْ قَلْبِیْ وَصَادَ فِتْنِیْ بَکْ اَبِیْ یَا حَبِیْبِ اِذْ بَوَفِیْ
میں نے تو دل ہی کے ارادے سے ہاتھ بڑھایا تھا۔ مگر گریبان نے ہاتھ کو
روکا اور بچھڑ گیا۔

لَوْ کَانَ فِیْہِ مَکَانَ حَبِیْبِیْ لَکَانَ لِلسَّقِّ مُسْتَحَقًّا
اگر میرے گریبان کی جگہ میرا دل پھٹا ہوتا تو وہ بے شک چاک ہونے کا زیادہ
مستحق تھا۔

ابو بکرؓ ظلیل بغدادی نے تاریخ بغداد میں بیان کیا ہے کہ ایک دن ابو الحسن -

حضرت ابو بکر سلی کے گھر میں گئے تو دیکھا کہ حوس میں آگے وہ یہ اعتبار پڑھ رہے ہیں

عَلَيْكَ الْقُدْرَةُ لَا يَصْنَعُ مَنْ عَاذَكَ الْعَصْرُ

تیرے وراں میں وہ شخص صبر نہیں کر سکا جسے پاس رہتے دوصل،

کی عادت پڑی ہوئی ہو۔

وَلَا يَقْوَىٰ عَلَىٰ هَجْرِكَ مَنْ يَمْتَنُ الْخُبْرَ

اور ہجر کے رداست کرنے کی وہ شخص قرب نہیں رکھتا۔ جسے

دوا کہہ دیا ہے۔

مَا لَمْ يَذَلَّ الْعَبِيُّ فَقَدْ يَصْنَعُ الْقُلْتُ

تو اگر تجھے آنکھ میں دیکھی تو دل دیکھ رہا ہے

حضرت سری سنی طہا دل کے صومیا میں تھے۔ اکی مقال ۲۲ ص ۱۲

۲۳ ص ۱۲ کو جو اسے حضرت حمد کے ناموں اور استاد تھے۔ حضرت منیدہ فرماتے ہیں کہ

میں میں آپ کے گھر گیا روئے کی آوار آئی اند گیا تو دیکھا۔

ہیں اور روئے ہیں۔ اور یہ شعر پڑھ رہے ہیں

لَا تَلِيَّ إِلَّا الْمَسْرُودَ لَا تَلِيَّ إِلَّا الْبَيْلَ لِي حُجَّةٌ حَلَا مَالِي اِطْلَالُ اللَّيْلِ لَمْ يَهْضَمِ

راتیں لپی ہوں یا بھونٹی مجھے ال کی ہواہ ہیں مجھے لو اس کی حدائی میں

۲۴ ص ۱۲ کو میں سے۔ رات کو

عمر بن عثمان کی صوفی دوسرے طہر کے صومیا میں تھے۔ نامور ہوئے تھیں

اس مسعود صلاں آپ کے ساگر دتھے آپ کی وفات ۹۱ھ سے ۹۹ھ کے اندر

کسی سال میں بیاں کی جاتی ہے۔ ایک لوجاں آپ کی صحبت میں آیا اس کے باپ

نے اس کو مع کہا کہ ان لوگوں سے کسا حاصل سے۔ پیٹ کو بھی مٹکا کر بیچا عرض

اس نے آماں کر یا۔ لیکن دفعاً بیمار ہو گیا۔ عمروں عثمان کو عیادت کے لئے طلب

کہا کہ وہ ایسی عیب کے ہمراہ اس کے مکان پر گئے۔ حوال ساتھ مجھے بیمار ہے کہا

۲۵ ص ۱۲ کو کہ تی حوال اس حلاں ۲۵

حضرت۔ اس کو کہئے کچھ پڑھے۔ تو ال نے یہ اشعار پڑھے۔

مالی مر منت فلم لید لی ساید منظم و میرا من عبد کم فاعود

واستند و من مری علی صد و کم و صد و مر عبد کم علی شلید

یہ کہا بانٹ ہے کہ میں بیمار ہونا چوں تو تم میں سے کوئی بھی میری عیادت کو نہیں آتا۔ لیکن تمہارا غلام بھی اگر بیمار ہو جائے تو میں اس کی بیمار پرسی کرتا ہوں اور میری بیماری سے سخت زیادہ مجھ کو تمہاری رکاوٹ ہے۔ اور تمہارے غلام کی رکاوٹ اور بھی سخت ہے۔

ان اشعار سے بیمار کے دل کی عجیب کیفیت ہوئی۔ جس مرض کے علاج میں شہر کے نامی طبیب عاجز رہ گئے تھے۔ وہ دو شعروں سے دور ہو گیا۔ اور جو بیمار در اور بے چینی کی وجہ سے بے قرار رہتا تھا۔ اب اطمینان و سکون کی حالت میں تھا۔ مولانا جامی نجات الانس میں لکھتے ہیں۔ بیمار پر اشعار کا جو اثر ہوتا تھا۔ اس کی صحت میں ساتھ ہی ساتھ نمایاں فرق آتا تھا پہلے ہی شعر پر اس میں اٹھ کر بیٹھ جانے کی طاقت آگئی۔ اور دوسرے شعر کے خاتمہ پر اس کو بیماری سے بالکل نجات ہو گئی۔ اس کے باپ نے توبہ کی۔ اور اپنے بیٹے کو عسرو کے پیرو کر دیا۔ جو پیرو مرث کی برکت سے بزرگان طریقت میں مشہور ہوا۔

امام اجمعت سمند بن حمزہ حضرت جنید کے ہم عصروں میں ہوئے ہیں۔ ایک دن لوگوں نے ان کو دجلہ کے کنارہ پر دیکھا۔ کہ لکڑی کی شاخ اپنی ران پر مارتے ہیں ران زخمی ہو گئی ہے۔ جس سے خون بہتا ہے۔ لیکن آپ اس کی مطلق پروا نہیں کرتے بلکہ جوش و خروش اور چھڑی کی تان کے ساتھ اشعار ذیل پڑھ رہے ہیں۔

کان لی قلب اعین بد صناع منی فے تقلبہ

سارب فاساد و علی فقد صاق صد ساری فی تقلبہ

وعدت مادام لے سار من یاعبات المنعین بد

بیٹے میرا ایک دل تھا جس سے میری زندگی تھی۔ وہ بٹا کھڑا ضایع ہو گیا

اسے بہرہ ور نگار اس کو پھر لٹا۔ اے۔ گوئی کہ میرا سہرا اس کی طلب میں لے کر اسے
اور جب تک محمد میں ماں مانی سے اے ویاہ والوں کے فریاد رس میری فریاد
ہی کر۔

دہروں معری ایک طرالیسی درگ گد رستے ہیں جس کا انتقال مکہ معظمہ میں ہوا
سے ایک دھو دروایتوں کی رحمت کے ساتھ ماہر سر کو کٹے ہر امیوں میں سے
کسی لے یہ دو شعر پڑھتے تھے

حسا روحانی صبی الکفر کد لم یول یلمع لی من صالی طود

منزل سلیمی بہ ماہر لسمہ طوب المساحۃ معہ صرا اللہ

لے روٹھی چکی اور اس لے میری میہ دور کردی۔ اور وہ درطو اسے ہمیشہ
چمکتی تھی۔ وہ مقام سے۔ جہاں سلیمی اتری تھی جس کا میدان مجاہد سے اور جس
کا گردا گرد آتا دے۔

دہروں معری کی طبیعت میں دفعتاً ایک کیفیت پیدا ہو گئی یہ استعارہ سرکاریک
توریا یا جید لعرے ماسے اور کہا اب واپس چلو۔ اس لے سیر کر لی۔

الویموبس ریری سماع کے ماس سے اک دفعہ ایک نوال لے یہ
شعر پڑھا۔

لا استند میما الی شجر حصا ماتی ولید یصل الی القلہ

یہی اکر محوہ مردہ کو ای گود میں تنکے سے لودہ رندہ ہو جائے۔ اور قریطوں
ہو جائے پاسے۔ اس ریری لے جو میٹھ ہوئے تھے۔ اب سے ماتوں کو میٹھ کر پیچ
سے رہیں پر رکھا۔ اور سدا وحا کر کے آکھیں آسمان کی طرف کر لیں۔ اور کہا اسی کو
بڑھو۔ اور مار مار پڑھو۔ والہ میرے سو اور کوئی اس کی لہب سے آگاہ نہیں
سے۔ اسی حوش و حردس میں اس کی رگڑی سے حوش نکلے لگا۔ یہاں تک کہ وہ بیہوش
ہوئے۔ لوگوں نے اس کو سہارا دیں وہو ما۔ اور رحم پر کھڑا مار دیا۔

الویموبس طہا ہر حود۔ یہ تسلی کے ہر عصر میں تھے سواتے ہیں بیٹے لے

ایک بزرگ کو دیکھا۔ روتا اور جھینٹا چلا آتا تھا۔ اور یہ شعر پڑھتا تھا کہ

الما سب من بد لودین ممانہ لجات النائی اودوا قارب

ترجمہ۔ یا درگھو بہت سے جو قریب ہیں گمان کرتے ہیں۔ کہ وہ تیرے دوست ہیں لیکن بعض دور کے رہنے والے زیادہ دوست اور زیادہ قریبی ہیں۔ سچ ہے کہ چاہے تو ڈال دے وہ دونوں میں راہ ہو گئی کس ہم میں پڑے ہیں ہم و گمان والے ابوکر سفاخر فرماتے ہیں۔ میں کشتی پر سوار تھا۔ وقتاً ہوا اٹھے مخالفانے تمام کشتی والوں کے اوسان خطا کر دیئے۔ لوگ روتے تھے اور دعا کرتے تھے کشتی میں ایک گڈری فروش فقیر بھی تھا جس نے اپنے سر اور منہ کو بھی گڈری سے چھبایا پٹا اٹھا لوگوں نے اس کے پاس جا کر دعا کی درخواست کی۔ اس نے گڈری سے سر باہر نکالا۔ اور ایک مصرع پڑھا

عجبت لقلبت کیفہ المقلب

تعجب ہے کہ تیرا دل مجھ سے کیوں پلٹ گیا۔ یہ کہہ کر سر کو پھر گڈری میں چھپالیا۔ لوگوں نے کہا عجیب دعا ہے۔ ہمارے جان پر ہنی ہے۔ اور یہ شاعری کر رہا ہے۔ آپ نے پھر سر باہر نکالا۔ اور کہا

وشدک تعجبات لودعجب

تیری محبت جو مجھ سے تھی۔ وہ کیوں جاتی رہی۔ لوگ پھر حیران ہو گئے لیکن اس عرصہ میں ہوا کچھ کم ہو گئی۔ اور لوگوں کی جان میں جان آچکی تھی لوگوں نے کہا۔ کچھ اور کہئے۔ آپ نے یہ دو شعر پڑھے

عاجب من ذال انی اراک بعین الرضا فی العقب

ناں بعد تباصل حیدتتی والا بطریق العطب

یعنی ان سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ میں تجھے غائب کی حالت میں بھی خوشی کی آنکھ سے دیکھتا ہوں۔ اگر تو اپنے وصل سے مجھ پر بیشمش کیے تو مجھے زندہ کر سکتا ہے۔ ورنہ یہ طریقہ (جو نظر آ رہا ہے) ہلاکت کا ہے۔ ان شعروں کے

ساتھ پہپائی کی بوجھیں ساکن ہو گئی تھیں اور ہوائی الوافقہ ہوتا ہو گئی تھی۔
طاؤس اطومیں حصہ ب الویکر طوسی کا یاں ہے کہ میں مکہ معظمہ میں ایک
حصہ کا ہماں تھا ایک ہواں کی لوہڑی سے بولتی پڑتی تھی سہی ست کر دینے والی
آوار میں یہ شعر پڑا۔

کلامی دیکھ معتس فاقلو واکثروا
لئے تیرے متعلق پہلے تو لوگوں نے مجھے ملامت کی۔ اور میرا اسکو گھٹایا
طرحا ایک اللہ کا سدہ۔ آوار میں رہا تھا اس نے ایک عہہ مارا اور کوما
تیری محسوس میں سوا میرے اور کسی نے ملامت میں کی۔ یہ کوکر گر پڑا۔ دیکھا تو
مرحہ روح نفس عصری سے پردار کہ چکا تھا۔
اد القاسم سارخ مکہ معظمہ میں الوالدہ سحر کے ان ہماں تھے مجلس
سارخ گرم ہوئی۔ قوال نے یہ افتاء پڑھے۔

کل بیت است ساکدہ علی محتاج الی السراج
و جہک المہول محتاج یوم یا الی الماس ما لخر
لا انا اللہ فی فرجنا یوم ادعو علی بالہاج
تو جہک حس گھر میں تم رہتے ہو اس کو حراج کی ضرورت نہیں یہ اسارک چہرہ
لوک دلائل پیش کر سکے تھے دلیل حس دل کہ میں تم سے رہائی چاہوں خدا
مجھ کو بلائی نصیب کرے۔

اور لوگوں پر مدعا ملے کیا اتر ہوا نکس حوالہ الوالقاسم کی ہوئی۔
وہ حیرت انگیز تھی۔ اس نے داہما اتمہ کیرے سے ماہر کالا اور ایک عہہ لگا کر
گر پڑا لوگوں نے دیکھا تو روح ہوا ہو چکی تھی۔
میشا پور کی ایک مسجد کے ایک گوتہ (چھو) میں ایک باعدا روایت نہ کرتا تھا

ساتھ کہیں عمارت ہے کی وصے طاؤس اطومیں آہ کا نام مسور ہو گیا۔ سترہ حبس وہی
اعتقال فرمایا۔ اسے نواسہ ملاں

ادھر ایک قوال بھی آنکلا درویش نے کہا کچھ کہو تاکہ ہم بھی اپنی خوشی ظاہر کریں قوال
نے یہ دو شعر پڑھے

الغبت منی و بین الحبد معرفتہ لا تنفتضحی الا بد
لا خراج من الدنیا و حیکد مین الجوا غم لدر شعرا بہ احد
یعنی میں نے اپنی اور تمہاری محبت کے درمیان ایسی آشنائی پیدا کی ہے
کہ وہ اس وقت تک ختم نہ ہوگی۔ جب تک ابد رقیامت ختم نہ ہو جائے۔ میں دنیا
سے ایسے وقت جاؤنگا۔ کہ تمہاری محبت میری پسلیوں میں ہوگی جس کو کوئی معلوم
بھی نہیں کر سکیگا۔

درویش ان اشعار کو سنکر تڑپتا اور لوٹتا تھا ظہر اور عصر کے درمیان جب
اس کا اضطراب جاتا رہا وہ بیہوش ہو گیا۔ دیکھا تو جسم چیان تھا۔
بصرہ اور کوفہ کے درمیان ابک تہرا بلہ ہے۔ اس شہر میں ایک صوفی ایک
مکان کے نیچے سے گزر رہا تھا جب اس شعر کی آواز آئی تو ٹھٹھکر کر رہ گیا۔
کل یوم نملون غیو صندا اک حسن کل یوم نکسول غیو صندا ابک اجل
یعنی۔ تو ہر روز رنگ بدلتا رہتا ہے۔ اور سو اس کے تجھے بہت اچھا معلوم ہوتا ہے
تو ہر دن کو بھی بدلتا رہتا ہے۔ اور سو اس کے تجھے بہت خوب ہے۔

دیکھا تو یہ مکان ایک امیر کبیر کا ہے۔ اور اس کی لونڈی کا کر اپنے آقا کو
خوش کر رہی ہے۔ درویش نے لونڈی کی طرف گردن اٹھا کر کہا تجھے خدا کی قسم۔
تجھے اپنے آقا کی قسم اسی شعر کو پڑھتی رہو چنانچہ جب اس نے تین چار مرتبہ اسی کا
نکار کیا تو بالک نے وجہ دریافت کی۔ اس نے کہا ہمارے مکان کے نیچے ایک
درویش کو اس شعر پر وجد آ رہا ہے۔ اور وہ خوش ہو رہا ہے۔ اس لئے دھیرا
رہی ہوں۔ مالک مکان نے نیچے دیکھا تو درویش ہست ہو ہو کر رقص کر رہا تھا
آخر بلند آواز سے ایک نعرہ مارا۔ اور جان بحق تسلیم ہو گیا۔ مالک نے یہ حال دیکھ
کہ لونڈی کو تو آزار دیا۔ اور شہر کے بڑے بوڑھوں کو بلا کر اس غریب کو وطن

روایت کا نشان و تشوہ سے کس و دس کہا۔ اور جب اس سے فارغ ہو چکا تو پھر
تمام خاندان و روفہ اور مکانات کو درویشوں کے لئے وقف کر دیا۔ اور خود
ایک لاکھ روپے ہیں اور چار سو روپے پر ڈال کر جنگل کی راہ لی اس کے بعد کسی کو
اس کے جیسے مرے کا کوئی حال معلوم نہیں ہو سکا۔

حضرت داتا گنج بخش علی محمد جوہر پوری کے بھی کشف المحجوب ماسلسلہ و ہم
میں اس حکایہ کا روایت و تراجم ذکر کیا ہے۔ دراج کہتے ہیں اس اس القرطی
کے ساتھ نصرہ کی طرف ہمارا مہاجر و حلقہ دریا کے متصل ایک بلد مکان میں
ایک امیر کی نوٹڈی یہ تھرگا رہی تھی۔

فی سبیل اللہ و ذاکاں فی اللہ یموت کل یوم تلوں جائیداد الیہ پہنچ جاتی
تیری میری دوستی خود مایہ خواہشات پہنچتی ہیں بلکہ حالہ العاتد ہے
اس بدلہ سخی کا مانع ہے تو ہر روز مقتول ہوتا تھا ماہیت یہ تھکے سے بھی حوصلہ
اور عیال ہے اس تھرکے بعد متذکرہ مالا حوالہ درویش کے مرے اور نوٹڈی کے
آراد ہوئے اور نا اگ کے مارک الدما اور آخر میں مقتودا الحسرو حلقے کا واقعہ لکھا
ہے اور اس حکایت سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ سماع صادق اور حدیث میں کامل ہو۔
اور ایسا ہو گا کہ گناہگاروں کو گناہوں سے بچا دے جو بڑے دکا بدر سماع کر لے
اور کرائے فالوں سے بچو کہ وہ دولت مداماں کے لئے غائب گرتے ہیں۔

الوکر سوسی سوسی کے لئے والوں میں سے ایک دن کو کوئی نکالے
والا لے سکے لٹاؤ۔ طبعیت سے چپیں ہے لکس کوئی آدمی نہ ملا ایک شخص
نے مذاقاً کہا سمارے پاس ہی ایک حوالہ او اس ہے۔ اگر امارت ہو تو اس کو
لے آؤں۔ انہوں نے کہا کہا ہر روز لے آؤ۔ وہ حوالہ میں ایک بھاڑا ہوا
حومت آیا اور ماہو جو یکے لستہ میں بھاڑا ایک حب اسعار شروع کئے تو لکس کی کوئی
علامت نہ تھی انتہا حسد و بلی ہیں۔

القدم احوال صدق ملہم لستہ س المورک لم یعدالی بہ لستہ

تواضع و احترام الصبر بے پناہ ہے اور جیسا کہ فیض الکاظمی صاحب
لا یحفظون علی السکران ستر لہم دیکھو یہاں سے اخلاقیات سے مراد
ترجمہ - گروہ صوفیہ سچے بھائی ہیں۔ ان میں دوستی کا وہ رشتہ ہے کہ کوئی رشتہ
اس کی برابری نہیں کر سکتا۔ انہوں نے شراب محبت کا دودھ پیا ہے۔ اور برادر
رضاعی کے دودھ کو جو ان پر ضروری ہے لازم سمجھتے ہیں۔ محبت کے نشوں کے
سوا ان پر ان کی لغزش پر گرفت نہیں کی جاتی۔ اور ان کے اخلاق میں کسی
کاشکس پیدا نہیں ہوتا۔

تمام منسلک اس بدست جو ان کی آواز سے خوش ہو کر شور مچانے لگے۔
ان کے نعروں سے مکان گونج اٹھا۔ جب جذبات تلکے ہوئے تو بدست مہربان
نے ابوبکر سوئی کے مصیبت پر فکری کر دی۔ لوگوں نے منع کیا۔ مگر انہوں نے کہا کچھ نہ
کہو۔ اسے یہیں رہنے دو۔ اور تم سب چلے جاؤ۔ وہ ساری رات بے ہوش رہا۔
دن نکلا تو کپڑے پھاڑ ڈالے گناہوں سے توبہ کی۔ اور مریدوں کے سلسلہ میں
داخل ہو کر ابوبکر سوئی کے بعد ان کی خالقاہ کا گدی نشین بنایا گیا۔ پرچہ ہے۔

خدا کی دین کا موئے سے پوچھئے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں ہم ہر جہاں مل جائے
اسی طرح حضرت خواجہ عثمان جالندھریؒ چمیل مکتوب میں لکھتے ہیں
بادہ بیانا برقص آئیم و اندریں رقص برقوق رساں
یعنی یہاں ہم بھرتا کہ ہم خوشی سے رقص کریں۔ اور اس رقص میں ہمیں فنونِ خاص
خاص عطا کر۔

ابوبکر اشتیانیؒ ایک بزرگ تھے۔ سماع کے دلدادہ۔ مجلسِ مکارم کے
چھت پر گرم ہوئی۔ قوال نے یہ شعر پڑھا

و لقا بین یو یو یو موت دون با یو

اور عاشق ماتن معصا ۔ او مات مات دلائیہ
 لیٹے چاڑھتی ہی ہے ۔ اپنی بیماری سے بگھلنا ہے موت اس کے لئے ملا۔
 کم ہونے یا ملا کے سدا ہے اگر وہ مردہ ہے تو لے مرہ جیتا ہے ۔ اور اگر
 مر گیا تو اپنی بیماری سے بگھلا۔

ہم بس کے سدوں کو اس مختصر سے دانتھار میں کوئی خاص حد
 یسیت کی مات نظر میں آتی بلکہ ایسے اور اس سے بہتر انتھار ہر دو دیکھے اور
 سے جاتے ہیں ۔ کہ دل میں جو کچھ عشق آتی کی آگ اور اس کے محبوب کی تڑپیں
 اس لئے کوئی اثر نہیں ہوتا لیکن اس لوگوں کو جو اسے رد دل عطا کیا ہے وہ
 معمولی سا شعر بھی سنتے ہیں تو تڑپا اٹھتے ہیں بجا بجا ابھو کر استغاثی سے سنتے ہیں
 ایک نعرہ مارا اور اسے خود کر بیٹھ آگے پاؤں کی ہڈی ٹوٹ گئی ۔ اندر
 مانی ۔ نہ گئی کو حیات اندی ہر قراں کر دیا۔

جو تھکے قطع کے مستخرج میں سے مظهر کر ماں تہا ہی ایک سبب ٹھہرے ہر
 کد سے ہیں ۔ اس کی راستیں حصوں پر مقسم بھی ۔ ایک حصے میں ہمارے پڑھتے ایک
 میں کلام آہی کی تلاوت کرتے ۔ اور ایک حصہ حضورؐ اور حضورؐ اور دماغ مظهر
 کی در تھکا ۔ آخری حصہ میں مدد کر کے شعر پڑھا کرتے تھے ۔

قد سوت حید المصی الندی ولا طیب لہا ولا ساقی

عبدالحمید الدی شفقہ و عبدالرمیسی و قریا قی

لیٹے عشق کا ساپ میرے جگہ کو کاٹ گیا ہے جس کا سوا اسی حید کے
 جس کا میں عاشق ہوں کوئی طیب او مستر کر لے والا میں نقول میر تقی میر
 میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب

اسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں

شیخ ماطم رح ایک مرد صاحب ذوق اور صاحب سخن گدے میں ایک
 مرہ و قہج شہاب الدین مہروردی کے پاس آئے سچ لے کہا ماطم کوئی شعر

تو سناؤ ناظم نے ایک قصیدہ پڑھا جناب اشعار ذیل پر آیا ہے
 اھلا لہما لم ساکن اھلا لہما رقعہ قول المبتدئ لجل الیاس بالفرح
 لک البتہ مراتب ما خلجہ ما سلما عھلا نکات لہ علی ما یدک من حراج
 یعنی مجھے خوشخبری اس بات کی ہو جس کا میں اہل نہ تھا بخوشخبری سنا ہوا ہے
 کی بات۔ نا اہل ہی کے بعد خوشی کی بات۔ تجھ کو خوشخبری ہو۔ رب تو سب غنم
 دور کر دے۔ کیونکہ بیشک تیرا ذکر محبوب کے پاس باوجود تیری کجی اور قصور
 کے کیا گیا ہے۔

یہ اشعار سنتے ہی شیخ الشارح کھڑے ہو گئے۔ اور وجہ کرنے لگے۔
 اور چلتے مشائخ مجلس میں مدعو تھے۔ وہ بھی اسی رنگ میں رنگے گئے۔

شیخ برہان الدین ابراہیم چھریٰ فرماتے ہیں۔ میں ایک مرتبہ جعیر کی اطراف
 میں اپنے دل سے محبت میں فنا ہونے کی لذتوں کا ذکر کر رہا تھا۔ کہ ناگاہ ایک
 شخص سحلی کی طرح یہ شعر پڑھنا ہوا میرے پہلو سے گذر گیا ہے
 قلہ تصوفی مالہ نکت فی فانیہ ولہ تقنی مالہ نجلی فیک صوراتی
 یعنی تم میرے عاشق نہ ہو گے۔ جب تک کہ مجھ میں فنا نہ ہو گے۔ اور تم کو
 فنا نہ ہوگی۔ جب تک تم میں میری صورت جلوہ گر نہ ہو۔ شیخ برہان الدین لکھتے ہیں
 میں یہ شعر سنتے ہی بے تاب ہو گیا۔ اور دیوانہ وار اس کے پیچھے دوڑا۔ آخر اس کو
 پکڑ لیا۔ اور کہا۔ اب آگ لگا کر کہاں جاتے ہو۔ یہ خیال تم نے کہاں سے لیا۔ اور
 یہاں تم کون ہو۔ اس نے کہا یہ شعر میرے بھائی شمس الدین ابن الفارض کا ہے جو
 مصر میں ہیں۔ ان کی حالت تنگ ہے۔ مجھے ان کی نماز پڑھنے کا حکم ہوا
 ہے۔ میں ان کے پاس جا رہا ہوں غرض وہ ابن الفارض کے پاس پہنچے جو حالت

میں اسے نفحات الانسؒ آپ کی کیفیت الوحض ہے۔ نام عمر بنی محمد کے قید سے ہیں خود ان کی
 کوئی تعلیم کا قید۔ حموی الاصل ہیں عمر بنی اثنی عشری ہے۔ درمادی الاولیٰ میں جو کو احتمال کا بڑے رنگ
 اور مفید بارگاہ خروندی سے۔ لغات الانس

سرخ میں تھے۔ اس العارض نے کہا ابراہیم سارک ہو۔ ہم لیاٹے اللہ کے گرد
میں سے ہو میں نے دما ناکی تھی کھدا وید اح میرے انتقال کا وقت فریب آئے
تو اچی جماعت کو میرے پاس چھا تحقیق تم اسی جماعت میں سے ہو۔ ستر ابراہیم
حوری فرماتے ہیں کہ اس العارض کا چہرہ دفعتاً متغیر ہو گا اک آہ بھری آنکھوں
میں آسو بھر گئے اور رات بھر پڑے سے

اللعن صالوتی الخ عبدلکد ما قد مرایب فقد صعب ایافی
امیة صفت مرادھی لہا نہ مہا الیوم رحمتا اصحاب اصلا م
یہ اگر میرا مرہہ تمہارے رومک بھی سے حوس لے دیکھا تو بھڑ میں لے
میک ہی عمر صائے کی وہ آدرو عوب یک سری رر ع کو کا سار گھے
ہوئے ہی۔ آج ایک ہنگندہ اس کی طرح سے میں نے بوجھا اس کی کیا
وہ سے فرمایا مجھے متب دکھا اگسا سے لیکن میں رالعہ کے دل کے مطالعہ
حب کی رعوب اور در رح کے خوف کی وہ سے اس کی سادب نہیں کرنا
مکہ میرے محسن اس کی داس پاک کے لئے اپی سادی عمر گدار ہی ہے۔

رالعہ شامہ داک سہایہ مارہ لی بی گد ری میں عشق احید اور
خوف انہی کے الگ الگ حدبات کے وقت اس کی حالت بالکل متغیر ہو جایا کرتی تھی
چاچھ علیہ محب اتھی کے وقت وہ لے تاب ہو جا کر میں اور نہ متغیر پڑھک
دل کا محار کا لا کرتی تھیں سے

حلب لیس مداحلیب وما السواہ فی قلبی السیب
حلیب عاسن لصری قحی ولکرم جوادی لا عیب

یعنی۔ وہ السامحوب ہے جس کے برابر کوئی حبس نہیں۔ اور اس کے سوا
میرب دل میں اور کسی کا گد میں گو سری آنکھ اور مرے جو سے وہ دور ہے
سکں مرے دل سے وہ دور نہیں ہے۔ خوف کی حالت میں اس کا بدن کا پ
ہوتا وہ تھر تھرا اکتس ادماں کا چہرہ رو ہو جاتا اور آسوؤں کے قطر

کے ساتھ وہ ذیل کے اشعار پڑھتیں۔

وہ زادی قلقل الزمراء مہلنی اللہ ادا علی ام طبعول مسافنی

الحوتی بادام باغ خانہ المی فائین مرا جاتی منک ایس مخافنی

یعنی میرا نہ اس قدر تنہو ہے کہ وہ مجھے منزل تک پہنچانے کے لئے ناکافی

ہے۔ اب توشہ کی کمی کے لئے روؤں یا لمبی مسافت کے لئے۔ اے میری

نایت کہ۔ و۔ کیا تو مجھ کو آگ میں جلائیگی۔ رجب ہی حالت ہے تو، میری بیدیں

کہاں گئیں۔

حضرت سہری سقطی کے زمانہ میں رجب حضرت چلیبہ کے استاد تھے، ایک

نہایت عارفہ و عقیقہ پیانی بہ اسم تحفہ گزری ہیں۔ جن کو ان کے مالک نے بیس ہزار

درہم پر خرید لیا تھا۔ وہ بہر وقت شعر پڑھا کرتی اور ست ہر گزرتی غفیں ظاہر ہیں

ان کو دیوانہ خیال کرتے تھے۔ اور اسی خیال سے ان کے مالک نے ان کو شفا خانہ

میں علاج کے لئے بھیج دیا تھا۔ ایک دن حضرت سہری سقطی شفا خانہ میں آئے

وہ عورت ان کو دیکھ کر رونے لگی۔ اور شعر پڑھنے لگی۔ حضرت نے متم سے پوچھا

یہ کون عورت ہے۔ عورت یہ باتیں سن کر اور بھی رونے لگی۔ اور نہایت سوز و

گداز سے یہ اشعار زبان پر لائی تھیں

معتش الناس ما یقلہ منو لکنت انا سکرانہ و قلبی صاچی

اعللتہم میں ی دلم ات سرا بسا غایر جہد ہی فی حید و اقتضاچی

انا مفتونہ بھوب حبیب لست ابغی عن بابہ من براچی

ففساد ہی الذی نہ عظم فساد ی و فساد ہی الذی نہ عظم فساد چی

ما علی من احب سوی الموالی دار قضاہ لنفسہ مناجناچی

یعنی۔ اے لوگو میں دیوانی نہیں ہوں۔ لیکن میں مست ہوں۔ اور میرا دل چلا

رہا ہے تم نے میرے ہاتھوں کو جکڑ دیا ہے۔ حالانکہ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا

بجز اس کے کہ اس کی محبت میں میری سعی اور رسوائی ہے۔ میں محبوب کی محبت

من معمول ہوں اور اس کے دوبارہ سے درہمابیں چاہی پس حکوم
لے میز سادہ لیا ہے وہی میری اصلاح یعنی دوسری ہے اور جس کو کم سری
دوسری خیال کرتے ہو۔ وہی میرا گناہ سے جو شخص خاصہ اٹکل کا محب ہو اور
اس کو اپنے لئے پسند کرے تو اس پر کیا گناہ عائد ہو سکتا ہے۔

حضر سری سطلی فرماتے ہیں ان متعزوں نے میرے بدن کو آگ لگا دی
اور مجھے جلادیا میری آنکھوں سے اشک جاری تھے۔ اور میرا دماغ مہ ہوا تھا۔
مجھ نے میرا یہ حال دیکھ کر کہا اے سری سرور! تو صرف اس کی صفت کی دہ سے ہے
اگر اس کو یہ سے طور پر مہیاں تو تو کسا حال ہو۔

حضر سری سطلی فرماتے ہیں تعامانہ کے مہم نے سری سفاقت سے اس کو
آراد کر دیا لیکن وہ بھی کسی بھی گم میں کہاں جاؤں حت تک سر مالک احار ب
نہ دے اسی اتما میں مالک بھی آگیا۔ اس نے مجھے دیکھ کر میری تعظیم کی میں نے کہا
نہ لوطی محمد سے سادہ لفظ کے قال ہے مہم نے اس کو کولن یہ کہ رکھا ہے۔
مالک نے کہا نہ دیلائی ہے گھانا ہما اور سوا سب اس نے ترک کر دیا ہے اللہ
روں رہی ہے جس سے میں محب سرار ہوں۔ حضر سطلی نے فرمایا میری
دولہ الگی اس کو یک سے سے کہا ایک سال سے اور وہ اس طرح کہ عمل میں
عود نام سار مسل سادگی و عمرہ تھا اور رو رہی تھی سادہ سے حرکت رہی تھی سے

و جعلك لا لعقتك الد حمر حمدی ولاكن ساد علی لکھو و د ا

ملات حاجی والکب و جلد ا فکف الد ا و سلو و ا ح ا

یام من لیس فی مونی سواہ ازال تو کنتی فی الماس عدل

یعنی سر سے حق کی قسم میں نے کبھی عہد کو نہیں توڑا اور نہ صفائی کے لئے کہ در ب
بیدار کی ہے میں نے اپنے دل کو اور اپنی ہیلیوں کو سوس سے بھر لیا ہے روپی
تنگہ میں کس طرح لذت یا آرام حاصل کروں اے وہ داب کہ جس کے سوا میل اور
کوئی لاک نہیں ہے میں دیکھتا ہوں کہ تو نے مجھے لوگوں کا غلام سادہ ہے۔

شعر پڑھنے کے بعد دفعتاً وہ جوش میں آئی۔ سرور و فیا اور ریہ لڑائی میں لڑائی ہوئی
حضرت ذوالنون مصری قدس اللہ سرہ اپنے دوران طواف کعبہ
کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب میں طواف کر چکا تو مجھے ایک غمزہ کے رونے
کی آواز آئی۔ دیکھا تو ایک لوندی کعبہ کے پردوں سے لٹک رہی تھی اور
کتی ہے۔

انت تدری یا حبیبی من حبیبی انت تدلی ونخل الجسم والاسم لہو جان لبی
قد کنت الحب حتی صاق بالکماں صدامی

یعنی۔ اے میرے حبیب تم جانتے ہو کہ میرا حبیب کون ہے تم جانتے ہی ہو۔ میرا
لاغر جسم اور میرے انشاک پوشیدہ کر رہے ہیں۔ میں نے راز محبت کو بہت چھپایا
یہاں تک کہ میرا سینہ اس کے چھپانے سے تابز ہو گیا۔

حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں۔ میں یہ درد بھری آواز سنکر اس
خیال سے کہ اس کی بچوئی میں ہرج نہ ہو ایک طرف کو ہو گیا۔ اور ان اشعار کی
تاثر سے بلند تاب ہو کر خود بھی رونے لگا۔

حضرت داؤد طائی نے جن کا باطن درد آہی سے سمجھا ہوا تھا کسی فوجہ گر
کو ایک دن یہ شعر پڑھتے سنا

بانی خدایا تیل فی البلا والی عیبتا ما فاسا لا

یعنی۔ وہ کونسا چہرہ ہے جو خاک میں نہیں ملا۔ اور وہ کونسی آنکھیں ہیں جو دیر
خس و خاشاک میں نہیں رہ گئیں۔ اس شعر کا سنا تھا کہ آپ بیقرار و بے خود ہو گئے
اور صبر و قرار کو ہاتھ سے گھو بیٹھے۔ اسی حالت میں قراری و بخود میں حضرت
امام عظیم الامام ابو حنیفہ کی خدمت میں دوڑے گئے۔ اور شعر کا واقعہ اور اپنی بیتابی
کا اظہار کیا۔ اور کہا اب دنیا سے دل سیر ہو گیا ہے۔ اور یہ شعر ایک ناصح شفیق کا
کام کر گیا ہے۔ اب میری دستگیری کیجئے۔ اور مجھے سیدھا راستہ
بتائیے۔

سہی احمدی الی الخس الرماحی جس کو تفتوب و سلوک میں سب ڈارتے
 حاصل ہے تو الی کے عاشق تھے۔ اور ماوجود عبادت میں کمال متعول ہے
 کے اتعار بھی کہا کرے تھے۔ ایک دن عوامی کی مجلس گرم تھی حال لے آپ ہی
 اقصاف سے یہ چار شعر پڑھے

اداح لیل حاتم قلبی بد کر کید الوح کما ماح الحجام المطوق

ووقی بحباب یطراہم والای وحی بحار الہوی متادق

سلوا ام عمرہ کیف مات سعدا فک الامامی دوہ و حوہوی

علاہ مقتول بھی القتل مراحۃ لاہو مسوف علیہ میطلق

ترجمہ۔ رات پڑنی سے نو میز دل تہاری ماد سے حلال ہو جاتا ہے میں اپنی مراد
 کرتا ہوں جس طرح کونتر کی طوں دار چلائی ہے مہرے اوپر ایک مادل سے جو
 ریح و غم کو رسا رہا ہے اور سر سے پیچے عشق کے سہ پہر ہو عشق مارے ہیں ام
 عمرو سے کہو بھوکہ تمہارے قید بیٹے عشق لے لاکہ کو کوکوسر کی ہے اس کے
 سوا سارے قیدیوں کی رحیمیں کھول دی گئیں اور وہ راسخی تاک (سدا
 ہے۔ وہ مقتول بھی نہیں ہوا۔ کیونکہ قتل میں راحہ ہے۔ اور وہ ایسا ہے کہ
 اس پر راحاں رکھ کر اس کو چھوڑ دیا جائے۔

اس اتعار کے سب سے آپ پر ایک عجب کیفیت طاری ہوئی۔ اور آپ
 اس سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اسی حالت میں وہ کیف میں دیا سے رخصت
 ہو گئے۔

شیخ علاء الدین حصار می سب متر و نثر پا کر لے گئے۔ اسی عالم
 لے کراری میں انہوں نے ایک کتاب کا مطالعہ کیا جس میں یہ شعر
 بھی مسطور تھے

لے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے من جہد کی نسبت اپنے واسطوں سے شیخ سیل کہتے تھے کہ میں مقام
 ام علیہ سے حصار کے لوگوں سے جہد میں دلی کوکوسر کے ساتھ رہا۔ مانی لے۔ مانی لے۔ مانی لے۔

کے عن ہوا مک معرضاً وکل الامور الی القضا
فلو ہما التبع المصیق ولما ہما ضائق القضا
ولما ب امر مستعجب لایستعجوا فیہ امرضا
اللہ یفعل ما لشاء فلن تکن منعرضا

ترجمہ - اپنے غموں کو چھوڑ دے۔ اور اپنے سب کام قضائے سپرد کر دے
کیونکہ ایسا اوقات تنگی فراخ ہو جاتی ہے۔ اور لہذا اوقات قضائے ترگ ہو
جاتی ہے۔ البتہ ہرث سے کام رنج میں ڈالنے والے ہیں۔ جن کے انجام میں
تیرے لئے رضامندی ہے۔ البتہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔ پس تو ہرگز اعتراض نہ کر
شیخ علماء الدین فرماتے ہیں جب میں نے ان شوروں کو بڑھا۔ میری بیقراری
جاتی رہی۔ میری حرارت اور میرے اضطراب کو کسی نامعلوم چیز نے دبا دیا۔ اور
بھڑکتے ہوئے شعلوں پر کسی نے برف سے بھی زیادہ ٹھنڈا پانی گرا دیا۔ میری
سب گرمی جاتی رہی۔ اور مجھے اطمینان کلی نصیب ہو گیا۔ (نفحات الانس)

امام غزالی رحمہ اللہ علما العلوم میں تحریر فرماتے ہیں۔ کسی صوفی نے ایک

شخص کو کہتے سنا کہ

قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ ما فقلت بذہای ما نفول

ترجمہ رسول نے کہا اکل کو بلو گئے تم۔

اس آواز سے صوفی کو اشتغالک پیدا ہوئی۔ اور وہ بدین مصرع اول

کر پڑھنے لگا۔ صیغہ مخاطب کی جگہ متکلم کہنے لگا۔ یہاں تک کہ سرور اور لذت
سے بے ہوش ہو گیا۔

ابو الحسن دراج بغداد سے یوسف بن حسین لڑی کی زیارت اور سلیم
کے لئے روانہ ہوئے۔ جب مقام رس پر پہنچے تو جس سے ان کا ذکر کیا۔ اس نے
یہی کہا کہ اس زندیق سے تم کو یک کام ہے۔ ابو الحسن نے ہر شخص سے ایک ہی کلمہ
سننے کی وجہ سے واپسی کا ارادہ کیا۔ لیکن پھر سوچا کہ اتنا رُطبتہ کیا ہے اور

کچھ ہیں تو اس کو دیکھ ہی لوں سوچ اس کے پاس آئے۔ دیکھا تو وہ مسجد کے عمارت میں بیٹھیں۔ یہاں سے تصویر اور چوک و مک کے آدمی مصطفیٰ فارسی رائے ہیں قرآن محمد ہاتھ میں لئے تلاوت فرما رہے ہیں الوالحس نے سلام کیا۔ اہوں نے متوجہ ہو کر فرمایا۔

کہاں سے آئے؟
الوالحس - اہل داسے۔

یوسف حسین کس لئے آئے؟
الوالحس - تپ کی زیارت اور سلام کے لئے۔
یوسف حسین - اگر تم کو رستے میں کوئی کہا کہ تم کو مکان اور لوڈی مل لئے دے ہیں کہاں جاسے ہو یہاں ٹھہر جاؤ۔ تو کہ یہ امر ہمارے آسے کو لے ہوتا۔
الوالحس - اس تک بوجہ ہے امتحان میں نہیں ڈالا۔ اگر ڈالتا تو وہ معلوم اس میں کیسا ہوتا۔

یوسف حسین - کچھ گامی جاتے ہو؟
الوالحس - ہاں۔

عمر اس کے ارشاد سے آپ نے یہ اعتبار ہمارے پر سورجہ میں ادا کئے
ماتلہ متنی دائیہ قطعاً
کافی لکھ۔ الیت الفصل و لکھ
الاستاکم ادا لست الیعی
ترجمہ دیکھا و لے تم کو کہ تم ہمارے ہو یہ۔ اور اگر میں ہوتا تو یہاں کیا کوٹا دے
میں جس ہوں تمہارے ساتھ اور لیت تمہارا اہم کلام ہے حذر ہو کہ اس کم کو حکایت کا
یہ اسرار سکھ سکھ حسین اتنا دے کہ فارسی اور رومال تر ہو گیا۔ الوالحس
کہتے ہیں۔ اس کے اس دے نے مجھ پر بھی اسرار کر دیا۔ اور میری آنکھوں سے
میں آلسو کل ٹرسے فرمایا دیکھتے ہو۔ کے لوگ مجھے رہنمائی کئے میں اور میری
۔ عالم ہے کہ اس معروں کے سے سے مجھ سے قنات ٹوٹ پڑی ہے۔

حضرت مسلم عبادانی کہتے ہیں۔ ایک بار ہمارے پاس مقتبہ غلام۔ سعید الواحد بن زیار۔ صلح مری اور مسلم اسواری تشریف لائے۔ اور ساحل دریا پر فروکش ہوئے۔ میں نے ایک رات ان کی دعوت کی۔ سب صاحب تشریف لائے۔ جب کھانا سامنے آچکا تو اتنے میں کسی نے بلند آواز سے یہ شعر پڑھا۔
 و تاهیک عن داسر الخلو و مطاعم
 ولذات نفس غلبها غلبنا فم

یاد تم کو نہیں کھانوں کے مزے میں عجب

ترجمہ سے کچھ نہ کام آئے گی یہ لذت نفس آخر کار

متنبہ ندام نے ایک چیخ ماری۔ اور بیچہ تنہا کر گریڑا۔ دوسرے لوگوں کا بھی یہی حال ہوا۔ کھانا بچوں کا توں اٹھایا گیا۔ اور کسی نے ایک لقمہ بھی نہ کھایا۔

حضرت ابو القاسم بن مروان جو ابو سعید حرازہ کی صحبت میں رہتے تھے۔ اور جنہوں نے بہت برسوں سے راگ سننا چھوڑ دیا تھا۔ ایک مرتبہ کسی دعوت میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک شخص نے جب پیشہ عربیچن داؤدی پڑھا۔ وقت فی الماء عطسقا ان ولکن لیس یسعد

بر لب جو تشنہ لب استاده ام

جام از دستش نئے یا بم ہنوز

ترجمہ سے جتنے لوگ مجلس میں تھے۔ سب نے اس شعر سے سرور فراواں حاصل کیا بلکہ کئی ایک کو وجد ہوا۔ جب ساکت ہوئے تو ابو القاسم نے پوچھا۔ اس کے معنی آپ کیا سمجھتے ایک نے کہا معنی یہ ہیں کہ احوال شریفہ کا اشتیاق ہے اور باوجود ان کے سامان ہونے کے ان سے محرومی ہے۔ اس جواب سے ان کی تشفی نہ ہوئی۔ لوگوں نے کہا آپ کے نزدیک کیا مقصود ہے فرمایا۔ یہ مراد ہے کہ حالات کے درمیان رکھو۔ اور کراہت عزت کر کے اصل حقیقت سے کچھ نہ غلط کرو

شہساز منازلی طریقت حمر مت مخدوم کما ہجو میری نام الا ہور منی ہجو بہ ہجو

دورانِ محسوس صاحبِ معلوم اسی الاحواب کے مثال کے ساتھ کشف المحجوب میں
جہاں حج کے کشف کا ذکر ہے فرماتے ہیں :-

ہم نے ایک سرور کے ساتھ ہے کہ اس کا ایک سترہ کعبۃ اللہ کے
سلسلے میں ہے اور رات کو وہ ہم سے ملتا ہے اور اسی حالت میں وہ ہم سے ملتا ہے
استغفار پر ہر گزرا تعین کے دلوں کو ہر روز ہمارے

أُحِبُّكَ يَا مَوْجِدَ الْفَقْرِ وَالْغَيْسِ تَجَلَّ - وَكَانَ حَدَّثَنَا الْحَادِي يَأْتِيهِ وَهُوَ جَلَّ
أَنَا سَائِلٌ عَنْ سُلَى عَلٍّ مِنْ خَلْوٍ - أَنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا أَيْتٌ تَبُولُ
لَقَدْ رَفَعَتْ سَجِي وَاسْكِي وَعِمْرَاقِي - وَفِي الْمَسْجِدِ تَعَلَّيْنِ الْحَمْدُ مَعْلُ
سَامِعٌ مِنْ عَامِي لِحَقِّهِ قَسَامِل - فَإِنَّ اللَّهَ يَحْدِثُ كَمَا لَا يَتَقَبَّلُ

ترجمہ صحیح کی انہی نے روح کے دل سے حالانکہ سپند اوٹ کو پڑھ کر لے گئے تھے اور
حدیثوں اور روایتوں اور حدیثوں کے ساتھ منسلک کی بات سوال کرتا ہوں کیا کوئی
الساختر سے کہ اس کو اس کے رول و فرام گاہ کا علم ہو جیسا میرا حج اور
میری عمر و شان کے لئے یہ کہ میں نے ابی زرعہ اور عمرہ کو الی کا سئل مالیہ
حق قرب ہے کہ میں حج کے لئے آئندہ میرا آؤں مگر محسوس وہ بھی قبول نہیں ہوگا
مصر بہ معلوم ملی جویری کشف المحجوب کے باب سبب و ہم مراتب و
حقائق سماع میں لکھتے ہیں کہ میں نے ابی آنکھوں سے ایک درویش کو دیکھا
سے جو آدرا یا حیاں کے پہاڑوں میں سات معلوم احمد سے ہر اسے پڑھ رہا تھا
اور سورہ و کذا ایک تلامذہ معلوم ہوتا تھا۔

فَاللَّهُ مَا ظَلَمَ الْبَشَرُ وَلَا مَرَات - وَالْأَوَانَتْ مِنْ فَلْتَى وَاسْمَا سِي
وَلَا حَسَتْ لِي قَوْمٌ أَحَدًا تَهْمَةً - وَالْأَوَانَتْ مِنْ فَلْتَى وَاسْمَا سِي
وَلَا كَمَا بَدَّ مُحَمَّدٌ دَاوُدَ لَوْ طَرَأَ - وَالْأَوَانَتْ مِنْ فَلْتَى وَاسْمَا سِي
وَلَا سَبَّ شَرَفَ الْبَاءِ مِنْ عَطَشٍ - وَالْأَوَانَتْ مِنْ فَلْتَى وَاسْمَا سِي
رَبِّهِ سَلَامًا لَا يَمَانُ مَرَامُكَ - وَالْأَوَانَتْ مِنْ فَلْتَى وَاسْمَا سِي

تھا کہ قسم نہیں مٹوے ہو آفتاب اور نہیں غروب ہو۔ اگر مجھے ہمیشہ تیری
ہی دُعا ملے گی تیری۔ اور تو میرے دل میں جاگزیں رہا۔ اور نہیں بیٹھنا میں کسی قوم میں
اُن سے بانیں کرنے کو۔ مگر تو ہی ہم نشینوں میں میرا رہنا ہے سخن رہا ملے یعنی دوستوں
کی مجلس میں بھی جب میں تیرے ذکر و فکر سے غافل نہیں۔ تو معلوم میں تو تو ہی تو
ہے میں نے غمی اور خوشی کی حالت میں بھی تیری یاد کی قربت دور تین کی پیاس کی
حالت میں بھی جب کبھی پانی پینے کا قصد کیا ہے۔ تو اس میں تیرا ہی عکس دیکھا ہے
اگر مجھے کسی طرح تیرے پاس پہنچنے کی قدرت حاصل ہوتی۔ تو میں سراور
آنکھوں کے بل زیارت سے مشرف ہوتا۔ جب وہ درویش ان اشعار کو ختم کر
چکا۔ تو میں نے دیکھا کہ وہ ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ اور وہیں اسی حالت میں اس
نے جان دے دی۔

صاحب کشف الجوب نے باب السماع میں اور بھی کئی ایسے واقعات لکھے
ہیں منجملہ ان کے دو واقعات حسب ذیل ہیں۔

فرماتے ہیں۔ بزرگوار متذکر ہیں سے ایک مشائخ کہتا ہے میں ایک درویش
کے ساتھ بغداد میں جا رہا تھا کہ ایک مقام پر ایک گائے والے کو میں نے یہ
کاتے سنا۔

ستی ان یکن حقا بکن حسن المعنی والافضل عتباتہما منا عینا
جب سماع راستبازی (حقانیت) کے ساتھ ہو۔ تو سب مادیوں سے بہترین مراد
ہے۔ ورنہ یہ تو ہم نے بھی کچھ زمانہ سماع میں زندگی بسر کی ہے۔
درویش یہ نغمہ سن کر بے تاب ہو گیا۔ ایک نعرہ مارا۔ اور مینا
سے گزر گیا۔

ابراہیم خواص ایک شخص کے ساتھ پہاڑ پر جا رہے تھے۔ ہم اسی صاحب
دل تھا۔ راہ میں اس کو ایک کیفیت پیدا ہوئی۔ اور وہ خوشی میں آکر یہ شعر بلند
آواز اور ستانہ لہجہ سے پڑھنے لگا۔

صمد الناس اذی عاشق عیڑاں لہ لعل و نعتی لبس

فی الانساں سیٹی حسن الاہر احسن من الصحت

لوگوں میں یہ افاتیں ہوا مسلم ہے مگر وہ نہیں جانتے کہ میں کس کی عاشق
ہوں انساں میں کئی ایک اچھی چیزیں میں ضرور رکھتا ہوں کہ ان میں سب سے زیادہ
موصورت اچھی اور ہے اراہیم جو اس نے یہ استعارہ دوبارہ پڑھنے کو کہا چنانچہ
ٹھٹھے لگئے اراہیم رہے وعدہ کے حکم کے مطابق چند قدمیں پر مارے پہلے
کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ ان کے قدم پتھر میں دس جاتے۔ آخر وہ ہنسنے ہو کر
کہہ پڑے حب ہوتی میں آئے عجیب و غریب نکاس و اسرار کیا کرتے تھے
شہہ ہجری میں باغچہ ہوا جس ہر ارادوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کہیں داخل ہوئے دیکھا کہ عورتیں ایسے دوپٹوں سے گھونٹوں
کے مہ کا گرد و غبار پاک کر رہی ہیں۔ آپ نے یہود ہو کے حضرت ابولکھ صدیق کو فرمایا۔
حاصل میں ثابت ہے اس موقع کے لئے اس استعارہ کے ہیں وہ پڑھو جیسا کہ حضرت
کے حکم سے ابولکھ صدیق نے۔ استعارہ پڑھے

نیکت سیٹی ان لہ تو دھا تشوا لبع عایتما گدا

یسا میری الاولیہ مضیعہ اب علی اکامہ اسلاسل کالعلی

نقل حیات و ما متبطہ اب تلطھت ما الحما الیسا

توجہ۔ میری ساریاں ہلاک ہوں۔ اگر تم ان کو دے دے گی کہ ان کی استہارہ عیڑاں لے
رہ دیکھو۔ اور سانپیاں مانگن اٹھائے ہوئے اور رو کر کہتی ہوئی اوپر
چڑھیں گی۔ ان کے کندھوں پر جوں کے پیاسے رحمتے دھرے ہوں گے
ہمارے گھوڑے ماہم سنبھل کر رہے ہوئے آگے بڑھیں گے۔ اور عورتیں ایسے
دوپٹوں سے ان کے سر پونچھ رہی ہوں گی استعارہ اس کو آنحضرت نے اہی
کمال مسرت کا اظہار کیا اور فرمایا ہم وہیں سے کہیں داخل ہوں گے حمال سے
حمال لے سیاں کیسے (تمس الواریہ حصہ دوم ص ۶۶)

بحرین میں دو فرقے تھے۔ بنی عبدالقیس اور بنی بکر منذر بن سادی حاکم بحران کے مرنے کے بعد بنی بکر مرتد ہو گئے عربی بکر نے عجم کے بادشاہ سے مسلمانوں کو نصیحت دنا بود کرنے کے لئے مدد مانگی۔ چنانچہ فریقین جی کھول کر لڑے چند ابتدائی فتوحات کے بعد بنی عبدالقیس قلعہ بند ہو گئے۔ مرتدوں نے چاروں طرف گھیر ڈال لیا۔ جب قلعہ والے آذوقہ سے تنگ ہو گئے تو ان میں سے ایک نے یہ اشعار لکھا کہ قاصد کے ہاتھ مدینہ بھیجے۔

الا ابلغ ایا بکیر رسولاً وفتان المدینۃ اجمعینا

فصل لکھ لے قوم کو ام قحود فی جوانی محصرینا

کان بہ دسائیم فی کلی فخر شجاع الشمس نقشہ المناظرینا

تو کتنا اعلیٰ الرحمن انا وچنانہ النصر الیمنۃ کلیتا

ترجمہ۔ اے قاصد۔ ابو بکر صدیق اور مدینہ کے سب جوانوں کو خبر کر دے کہ جو لوگ قلعہ (جوانی) میں محصور ہیں۔ ان کا تمہیں کچھ خیال ہے کہ نہیں ان کا خون سورج کی شعاعوں کی طرح سارے راستوں میں پھیلا ہوا دیکھنے والوں کی نظروں کو چوندا ہوا ہے۔ ہم خدا پر تکیہ کئے بیٹھے ہیں۔ اور اسی پر توکل کرنے والوں کو مدد ملتی ہے۔ شمس التواریخ حصہ دوم میں جس کا نام خلافت صدیق ہے۔ لکھا ہے کہ جناب صدیق اکبر ان اشعار کو پڑھتے ہی بے چین ہو گئے۔ اور رودول سے بیتاب ہو کر آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ اور اسی وقت علاء الدین الحضرمی کو حجاز فوج دے کر روانہ کیا چنانچہ آخر کئی لڑائیوں کے بعد بحران میں لشکر اسلام کا فتح حاصل ہوئی۔

سلا حوین کے لوگ عہد ہوی میں سلطان ہوئے تھے۔ حضرت قسطلی الشعلیہ واکرم وسلم نے علاء الدین الحضرمی کو دعوت اسلام کے لئے روانہ کیا تھا۔ سلاہ جس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قسطلیہ اپنے غافل چارو نظر بھیجے تو ملا رہا۔ بحران کا حال کر دیا۔ دہ بحرین ہی میں تھے کہ رات قاب صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد منذر بن سادی حاکم بحران جو مسلمان بھار گیا۔ اور اس کے مرنے ہی بحران والے مرتد ہو گئے۔ شمس التواریخ حصہ دوم صفحہ ۱۳۵

ہرارے رومیوں سے جو شریک کی ہے اس کی تفصیل دیکھی ہو تو خالد بن ولید کے کارناموں میں دیکھو۔ یہاں صرف وہ تحریر لکھا جا رہا ہے۔ جو ہرارہ میں الازدہ یہ کو حوث اور وند میں لانا تھا اور جسے پڑھتے ہوئے دور رومیوں کی جامع کو چیرتے پھاڑتے ان کے لشکر میں گھس گئے تھے۔ یہ۔

۔ الموت حق این بی مہ مصرا حب الہر دوس جیل میں ستم
یعنی موت برحق ہے میرے لئے اس سے فرار کی جگہ کہاں۔ بلے
دل دور سے مست ہر حال ہر ہے۔

ہرارہ کئی رومیوں کو تہ تیغ کر کے لے لیا جو درجی ہو کر گرفتار ہو گئے
ان کی مدد کے لئے خالد بن ولید جو آئے اسی لشکر میں ہرارہ کی سب سے بھی
رومیوں کے لشکر کو حیرتی بھارتی داییں بائیں لڑتی پھرتی تھی اور جس معرعوں
سے اپنے اور لشکر اسلام کے دلوں کو گرمائی اور مرے مارے یہاں لکھا کرتی
بھی وہ ہیں۔

این الصراہ الامار الاوسے ولا یزادہ بشتری وقوسے
یاد احدی ما ان اے کلمات عیسیٰ وادلت دوسے۔
یعنی اسے ہرارہ تم کہاں ہو میں آج تمہیں سب دیکھی میرے احرار و میری
قوم مہارے۔ دیکھئے سے میرا ہے اسے میرے اکلے بھائی اور لے میرے
ماں بھائی تم لے میرے آرام کو مکہ ذکر دما اور عید کو میری آنکھوں سے اڑا
دیئے۔

حاج حمله کے ال بردر اسعار سے مسلمانوں کے سینے تھی موسے
حارے تھے۔ لشکر اسلام نے آخری توڑ کر حملہ کیا۔

مسلمان اس غلہ میں غالب ہوئے۔ لیکن رومی ہرارہ کو لے کر بھاگ گئے
حضر خالد بن ولید نے رابع بن ثمرہ الطائی کو سو سوار دیکر قیاس کے
لئے بھیجا ہرارہ کی سب سے رومی عہدہ ہو گئی یہ سلمیہ (ایک مقام) کے۔

لئے کہ خولہ کو یہ دردناک اشعار سنائی دیئے۔

الامبلغا قوحی وخولہ اننی اسیر من موثق الیر مالقا
وحنی علاجر الشام من کل ص صا منہم الا حصن بالشد
منا قلب مت غماد وحننا وحننا ویدا صحن جو صہ لفتیق علی ذل
اتوان اری اھل وخولہ اماتہ واذکر مالنا علیہ من احمد

یعنی اسے خبر پہنچانے والے میری قوم اور خولہ کو آگاہ کر دے کہ تحقیق میں قید میں ہوں۔ اور بالکل جکڑا ہوا اور بے بس ہوں۔ گرد میرے شام کے کا فر (گبر) ہیں۔ اور جتنے ہیں سب زہ پہنے ہوئے اور سچ ہیں پس اسے دل مرجاسے تبجھ کو کہ تو ایسے غم اور اتنی حسرت برداشت کر رہا ہے۔ اور اسے آنسو ہوا نمر دی کر اوفیقین کے ساتھ میرے رخساروں پر جاری ہو جا۔ کیا تو چاہتا ہے کہ میں اپنے افزا اور خولہ کو ایک بار اور دیکھ لوں۔ اور اپنے حال زار کو ان بیان کروں۔ یہ اشعار سن کر خولہ کا دل بلیوں اچھل گیا۔ بیخود ہو کر تکیہ کر دی۔ اور بیتاب ہو کر حلقہ کر دیا۔ پیچھے سے سامنے بھی اللہ اکبر کے نعرے مارتے ہوئے آگئے۔ اور آخر میں بھائی سے مل گئی۔ اور شاہ ہرقل وائی روم کے لشکر قتل عام ہو گیا خالد بن ولید۔ ضرار اور عبیدہ لڑائی سے فارغ ہو کر دمشق کی راہ واپس جا رہے تھے کہ ہرقل شاہ روم نے مسلمانوں سے انتقام لینے کے لئے کما بھیجی بولص اور بطرس ان فوجوں کے کمانڈر بنے۔ بطرس نامرو نے دس ہزار سپاہیوں کی بعینت یہ مسلمان عورتوں کو گرفتار کر لیا۔ اور دمشق میں پہنچنے کے لئے نہر استریاق کے کنارے مقیم ہو گیا۔ تاکہ اپنے بھائی بولص کا حال معلوم کرے۔

ان عورتوں میں ضرار کی بہن خولہ بھی تھی بطرس نے عورتوں کو اپنے سامنے طلب کیا۔ خولہ کو سب سے زیادہ حسین دیکھ کے کہا یہ تو میرا مال ہے اس کی طرف کوئی برمی نگاہ سے نہ دیکھے۔ باقیوں سے تم لوگ اپنے لئے کوئی پسند کر لو یہ سب عورتیں فتون جنگ سے خوب واقف تھیں۔ دشمنیوں کے

سے ٹرے ارادے دیکھ کر وہ سب ایک جگہ جمع ہوئیں اور حوالہ کو سردار مایا اس لیے
ایک استدعال انگریز لبریری کی اور جیہوں کی چوٹیوں اور بالوں اور ڈبڈیوں ہی سے
حملہ کر دیا کہ اپنی ماموں بچائیں یا اسی جگہ خاک و خون ہو جائیں
جب نظر اس کا لکھ ساسے آیا تو حوالہ نے ایک کڑا لیتی اور گرختی ہوئی
آوار میں کہا ۔

محرمات مع وحید و صرا مایکہ لیں صکھا
لا ملے الحار باہر مصر الیوم تلقون الدن اسکا لکھ
لیے ہم جمع و میر کی میٹیاں ہیں اور ہمارے ہاں مہار امار مارے لوانہ کی
مات ہے اسی لیے ہم لڑائی میں جوب دھکتی ہوئی آگ کی ماسہ ہو جاتی ہیں لے
ملو مار دیکھو آج ہم ٹرے خدا ہیں ڈالے جاؤ گے ۔

عورتوں نے اسے سردار کا یہ عصہ اور پوش سے محرمات کا کلام سکر ایک
جگہ دیکھا اسی حال میں حساب حالہ دوستی ہی کی طرف آ رہے تھے
اپنے لکھ کر کے جمع کیا اور اس سے حملہ کیا کہ دومی اٹھائے اور سالوں نے
مادستی ان کا چھپا کھا

سمن السوا مع حصہ حمارم من صو عتہ ہر حضرت عثمان دوالوین کے
حالات میں لکھا ہے کہ آپ یہ دو شعر اکثر پڑھا کرتے تھے سواران سے ہمایہ
سائر پڑا کر لے تھے ۔

نفی المزارۃ من مال صو عتہا من الحرام ویتی لاقہ فالعاد
لنی عواقب سو من معتہا لا حار و لا لند حارما
مرحہ حرام کی لذت اور مرہ جو محض ارتکح حرام ہو ۔ اس سے بھڑکی دیر میں فنا
اور مالود ہو جائے ہیں ۔ اور گناہ غار اور بد اسب ماتی رہ جائے ہیں وہ شخص لند
لے جائے گے لند احرام اور صو عتہ کو ہا ماسہ ۔ اسی لذت میں کیا حیر و رکستہ
س کے بعد آفس و روح و تنس الدوار مع میں بحوالہ مروح الد صب مری کھا

سورہ ہے ماہر ایک مہاں میں ہمارا استقامت کے لئے کئے۔ تمام اہل مدینہ ہمراہ
 تھے۔ ہمارے بعد اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا مانگی۔ اور کہا اے اللہ میری
 درگاہ پاک میں تیرے سب پاک کے غم مرگوار رہے حضرت عباسؓ کو ویل
 ہمارے لئے میں اپنے رسول کے چچا کے اطفال انس محمدیؓ کو معصوم رکھ
 حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ دعا مانگ رہے تھے اہمات الماہی
 ولا تھمل الصالۃ ولا تدع الکسیرین اس موقعہ فقہ صرح الصغیر
 ورق الکبریا رتفع السکوی واسال العلم السروحی اللہم فاعصمہم
 لحاک قتل ان یقتلوا فیہ ملک مرماہ لا یأثم الا القوم الکاحرون۔
 ترجمہ اے مردہ دگہ اس ریوڑ کا تو ہی رکھ الی سے۔ اب تو چھوٹے بچے
 سہی و یاد کر رہے ہیں اکس سورہ پاپور ماہے اور تو پوچھتے ہو
 پوشیدہ مالوں کا حاسبہ والا ہے۔ اپنی ماسے ال کوئی کر دے ایسا
 نہ ہو کہ یہ ناامید ہو کر ہلاک ہو جائے اسد توں کا فر ہوئے ہیں حضرت
 عباسؓ کی یہ حالت تھی کہ یہ دعا پڑھتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے
 ماں تک کہ تمام دارمی تر ہو گئی اللہ دعائے بھی دعا قبول فرمائی۔ اور لوگوں کے
 گھر و پیسے سے پہلے ہی رات شروع ہو گئی۔

حصہ سوم

پیام وصال

حضرت صدیق اکبر خلیفہ اول کا انتقال ۲۳ جمادی الثانی ۳۰ھ مطابق ۱۲ مئی ۶۳۴ء کو ہوا ہے۔ دمِ ولیمین یہ الفاظ آپ کے منہ سے نکلے اللہم تو فنی مسلماً و اعلیٰ بالصالحین۔ یہی لفظ اسے اللہ اپنی فرمانبرداری کی حالت میں مجھے بار لیا۔ اور مرنے کے بعد اپنے نیک بندوں میں شامل کیجیو۔

حضرت عمر فاروقؓ نے سکندریہ میں اپنے عہدِ خلافت میں بہت سے قلعے فتح کئے۔ منجملہ ان کے ایک قلعہ راس العین بھی تھا۔ حضرت عیاض بن غنم اس محلہ کے سر لشکر تھے۔ ان کے ماتحت حضرت جلیل اموی اور جبر کے تیرا انداز تھے۔ انہوں نے تاک تاک کر افسری افسر گرائے۔ وہ شہادت شہادت کے نعروں میں تیرا بازی کر رہے تھے کہ ایک پتھر ان کے سر پر لگا جس سے وہ بہیوش ہو گئے۔ اور حیب ہوش آیا تو یہ شعر پڑھے۔

ایما را دفعا لا احوالت را سالخی بخبرانی لقیقت سماخی
ترجمہ۔ اے رافع (نام چاراد بھائی کا) تم میری موت کی خبر کا پیغام کیوں نہیں پہنچاتے
وان جنتی امی و احوالی و عورتی فخرام صنی بکل سلامی
ترجمہ اگر تم میری ماں بہنوں اور اقربا کے پاس جاؤ تو سب سے بڑا جہاد امیر اسلام کہنا ہے
وان سللت عنی العجز فقل لہا قدیلا، احماد لا قلیل سماخی
ترجمہ۔ اگر میری ماؤ ضعیفہ میری بابت دریافت کرے تو کہہ دیتا کہ وہ پتھروں سے
مارا گیا ہے۔ کشتہ تیز نہیں ہے۔

سیدہ خاتون صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا

طریقاً آماں غیس لانا طارت من البحر الصد الا صم عطامی
ترجمہ: دروازہ قلعہ پر اس حال میں پڑا ہے کہ سب پتھروں سے اس کی ٹہریوں
کے پڑے جگہ سے رہے۔

ولسب الا لانی بن فسلاتی امجد لعلی فی الحان متاجی
ترجمہ: مجھے ایسے مارے جانے کی کچھ پرواہ نہیں ہے میں جاسے جو سے ہوں کہ میں اس
تہادت سے سیدھا صاحب ہیں جاؤنگا۔
ان تہدوں کے بعد اس کا حجامہ ہو گیا۔ اور جو آخری لفظ اس کی راں سے
بکھ وہ یہی استعارہ ہے۔

۲۶- دی الجھڑتہ جو سلطان بکاشہ کا دل مسلمانوں کے لئے رہا بیتہ لعلی
کا دل تھا ایک تہی القبا امرا فی ظلام والولولہ لے عمر کی مار کے دوران میں
حضرت عمار و ق کو تلوار سے سخت زخمی کر دیا۔ دوسرے دن ۲۷ دی الجھڑ کو
چہار تنگہ کے دل آپ نے دواسد پانی دیا یہاں ہے کہ حب وارتق اعظم نے عباس
پانی تو اس وقت آپ بھیج اور کرو اور اس سے گلے کا درد کر رہے تھے اور کبھی بھی
یہ شعر عربی کا پڑھتے تھے۔

صلو لعلی علیانی وسلم علی الصلوۃ کلہا و اصدوم
لئے۔ اگر میں مسلمان ہوتا تو میرے لیس کے لئے ٹری شکل دیتی مگر میں نے تمام
غار میں ٹھیں اور در سے بکھے ہیں۔

اسی حال میں اس کی روح پاک نے قس مصری سے ہر دار کی اور اس
دارطالی سے ہشت میں کو سداری اما لہ اما لہ سراجوں بکس الدیاج
صدوم صلوۃ ۱۱۹۹

حضرت ابو کربلہؑ کے حلقہ تہ کرۃ الوصل سراج الوکربلہ اور دیگر کتبوں
میں لکھا ہے کہ اس اب حضرت ابو کربلہؑ کا انتقال ہوا ہے کو ساری رات آپ

لے شمس ابو ادریس صوم صلوۃ و صلوۃ

بھی دوا شمار پڑھتے رہے۔

كُلَّ بَيْتٍ اَنْتَ سَاكِنُهُ عَايِدُ مُحَمَّدٍ رَايَ السَّرَاحِ
وَجْهَكَ الْمَاوِلُ مُحَبُّنَا يَوْمَ يَأْتِي النَّاسُ بِرَايِجِ

یعنی ہر مکان جس کا رہتے والا تو ہو۔ اس میں چرلے روشن کرنے کی ضرورت نہیں۔ تیرا چہرہ جو لوگوں کی امید کا گاہ ہے۔ ہماری دلیل ہو گا جس دن کہ لوگ اپنی اپنی دلیلیں لاسکے پیش کریں گے۔

جب نزع کا عالم طاری ہوا۔ تو لوگوں نے کہا کہ لا الہ الا اللہ

فرمایا ہے

قَالَ سُلْطَانُ حُجَّۃٍ اَنَا لَا قَبْلَ الْوَشَا فَسُكُوْتُ حَقِيقَةٍ لَمْ يَقْتُلِي تَحْقَرُ مَشَا

اس کی محبت کے سلطان نے کہا کہ میں رشوت قبول نہیں کرتا۔ اس کے حق کا واسطہ دلا کہ اس کو چھو کہ پھر میرے قتل کے بارے میں کہیں لوگوں کے کہنے میں آگیا۔

ابوعلیٰ رودباری جو تھے طبقہ کے صوفیاء، میں گزرے ہیں۔ آپ کا نسب قصور کسریٰ تک پہنچتا ہے۔ حضرت جنیدؒ کی ایک نگاہ کرم سے مال و مال سب نیک کر دیا۔ اور طریقہ صوفیاء کی طرف متوجہ ہو گئے۔ حبیب آپ کا اخیر وقت آیا تو آپ کی زبان پر یہ شعر جاری تھا کہ

وَحَقَّقْتَ لَا تَنْظُرَاتِ اِلَى مَوَالِكِ بَعِيْنِ مَوَدَّةٍ سَنِيْحِ اَسْرَالِكِ

یعنی تیرے حق کی قسم میں نے تیرے سوا اخیرت کی آنکھ سے اور کسی کو نہیں دیکھا اور نہیں دیکھتا۔ جب تک کہ تجھے نہ دیکھ لوں۔ آپ کی وفات سلمہ میں ہوئی ہے۔ خواجہ بہاء الحق والدین النقشبندی عرف خواجہ مشکلی کشانی جن کی وفات سلمہ میں بخارا میں ہوئی ہے۔ فرمایا ہے کہ شیخ ابو سعید ابو الخیر قدس سرہ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کے جنازہ کے سامنے کونسی آیت پڑھیں۔ فرمایا آیت پڑھنی تو

لے۔ نفحات الال

ٹھاکا کم سے ہی متحرک دیا۔ جو ہماری رماں کا ورد رہا ہے
 جیب اریں جو ترور پہ آفاں کار دست رسد رسد دوست بار سرد کار
 معرومانہ معرخی پلچھا جس نے مرتے دم تک ساتھ دیا ہے
 معلایم آمدہ در کوئے تو لیساً اللہ ارحال روئے تو
 حسرت ما الدیں سلطان ولد مولانا ملال الدین رومی کے مرگ مدح خواہ
 تھے۔ جب ان کا راجہ شہ کو انتقال ہوا۔ تو وہ اس سے پہلے ساری
 رات یہ شعر پڑھتے۔ سنہ ۷۰۰

امنت است آنک کہ علم شادی در یام اور حدائے خود آرادی
 شیخ مراد الدین ابداہم غانی کا جس کا دیوان بھی مستور ہے اور
 سلطان مسیح کے ارادتوں میں تھا ایک بیٹا تھا کبیر الدین نام جو
 لہاں میں رہتے تھے۔ وہ آپ کے پاس پہنچے۔ ان دنوں شیخ عراقی کا قیام دمشق
 میں تھا جس سے کافہ قریب آنا اور مسافر وہ کہ اور دیگر اصحاب کو لایا اور سنیں
 کس اور یہ رمانی پڑھتے ہوئے حال سخن تسلیم ہو گئے۔

در عالم یونی در عالم دادید مانا کہ نہ مراد آدم دادید
 راں ناعده و درار کار و داد نہ میں کس قسم وہ کم دادید
 آبی و ات ۸۸ دفعہ شہ کو چوٹی مراد میں ہی میں ہے۔
 وہ انوں مصری سے مراد الموب کے وقت یو یو گیا کسا ہوا
 ہے۔ دریا یا

الحق المصیری والصدق احرہ والحب انصافی واللہ احسانی
 ترجمہ۔ حق ہے مجھ کو ماکر یا اوستوقیے حلاوی اور مستی نے مجھے ماکر یا والد نے مجھے مدہ یا
 آپ سے دوسب کی درایت کی گئی کہا اب میری توفہ کو ہٹاؤ اس
 کے بعد وہ اب یلگے۔

سے تذکرہ اولیٰ مسعود مولانا مرید الدین عطار۔

سلطان محمد شاہ تغلق ^{۱۳۸۵ھ} لغایت ^{۱۳۸۶ھ} ہوسپال پورا و ملتان سے
ہو کر ٹھٹھہ (سندھ) میں قوم سومرہ کے استیصال کے لئے روانہ ہوا۔ بادشاہ
کی طبیعت کچھ اچھی نہ تھی اس کو بخار سے چند ہی دن ہوئے آرام ہوا تھا۔ علاقہ
سندھ میں ایک مرتبہ مچھلی کھائی۔ اس سے بخار پھر پیدا ہو گیا۔ اور آخر ٹھٹھہ میں
۲۰ مارچ ^{۱۳۸۶ھ} کو اجل کا حکم نامہ آپہنچا۔ دفن ہوا تھا۔ اور
بہ شعر پڑھنا تھا۔

بسیار دیریں جہاں چیدیم بسیار نعیم و ناز دیدیم
اسپان بلند پر نشینیم ترکان گراں بہا خریدیم
کر دیم بسے نشاط آخر چوں قامت ماہ نوغیدیم
آخری شعر پر وہ رقت طاری ہوئی کہ دم دم داپہن ہو گیا۔ اس سے پہلے حالت
پجاری میں ملک فیروز شاہ کو راجہ بعد میں سلطان فیروز شاہ تغلق کے نام سے مشہور
ہوا۔ اسی طلب کر کے یہ شعر کہا تھا۔

تو سرسبز باشتی بہ شاہنشی کہ من کردہ ام سرز بالین تھی
حضرت شاہ غوث علی قادری پانی پتی نے اپنی وفات سے سات ماہ پہلے
ان اشعار کو پڑھنا شروع کیا۔

درنت خشم و امید برگ و بارم نیست بغیر سوختن اسے واسطیج کا نہیں
چونکہ موت پیداوار و درختی پازم بنائے خانہ ہستی جو استوارم نیست
وفات سے ایک ماہ پیشتر جبکہ اکثر خدام اور اراکین بوجہ علالت و ضعف
آپ کی زیست سے مایوس ہو رہے تھے۔ آپ ان اشعار کو اکثر پڑھا کرتے تھے۔
پیری بس ہم کو بارنے گھر سے طلب کیا افسوس بعد فصل بہار اے بے برکے
و یکما دم مزیع دلا رام کو عید ہوئی وونی ویر شام کو
وفات سے چار دن پیشتر آیات کریمہ ^{صلی اللہ علیہ وسلم} کی تفسیر

الحمد للہ تاریخ ہندوستان جلد دوم صفحہ ۸۳ مولوی محمد رضا اللہ صاحب دہلوی مرحوم

اولیاء کفیل المکتوب الخوات بیتا وایک اود حق البیت لیت المکتوب
 نوکرا یامون "اودوالله مالک علی آخری ویکت اکثر الناس لا یعلمون"
 نادیر پڑھاتے اور شیعہ رہے ۲۵۰ مرتب الاول شیعہ علیہ وعات سے صرف
 ایک دن پہلے صبح کے وقت شیخ سعدی کے یہ دو شعر پڑھے
 شیدم کہ مستید مروح سرشت بسر چشم بر لبک داشت
 میں چشمہ چوں مالک دم زود بر قند چوں چشم مرہم زود
 اسی دن کی سام کو مار کھڑا کھڑا پائی پائی ادا فرمائی اور فرمایا
 انجمن اور پھر شعر پڑھا

بیت توحید آنکہ ار حیر خدا فرد آتی در حلقہ در
 آزمات کے دس کے ملکات اہمال کا پر دہ در بیان سے اٹھ گیا بیٹھ آیا
 انتقال ہو گئے سرار آپ کا پالی پتہ میں رہے ملاقات ہے

سلطان محمد غزنوی کے فرد حکومت میں حکیم سائی غزنوی جو یوسف ہمدانی
 کے مرید تھے ایک بہت بڑے سودی شاعر تھے یہی عیال کی حالت مل گئی
 نوکری شیعہ اختیار کر لی یہاں تک کہ ایک سیر کبیر لکھنے کی خواہش ظاہر کی آپ نے
 کہہ دیا کیوں اس غیر گوشہ نشین کا سامان علاج تھرا س گئے کہ لے آتے ہو وہاں
 وہ ملے بھی ایسی ستویں حکیم سائی کا ذکر کیا اور لکھا ہے کہ خواہ حکیم سائی حبس
 کی حالت میں تھے تو آپ سب سے کچھ بڑے بہت تھے جب حاضر رہنے والے کے مرتبہ
 اس کا رکن رکین تو یہ شعر سائی اسے

مار گستم را بچہ گتم را ایک بہت
 دامن منے ویر منے سخن

اس کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا بعد انتقال اموات الالاس میں ۵۱۵ھ لکھا ہوا ہے
 حضرت پیر پویش شاہ صاحب رسلین پنج گز میں صلیب لکھتے تھے اور ہرادی سلم
 میں ایک امور علیہ گدے ہیں اور اس کا کچھ ذکر شیعہ میں بھی ہے آپ دو دشر

پڑھتے تھے بستر سے اٹھے۔ اور کسی قدر بلند آواز سے مگر جذبہ کے ساتھ مولوی غلام رسول صاحب مکہ قلعہ میں ہاں کچھ منقطع گوچر احوالہ کا یہ شہورہ پنجابی شعر پڑھا ہے
صبا روضے رسول اللہ صے جیش مرا احوال رو رو رو کے سنائیں
اسے باد صبا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ پر بجا۔ اور میرا حال زار ان کی
جناب میں رو رو کے سننا۔

یہ پھر آپ کا آخری کلمہ ثابت ہوا۔ اس کے بعد کسی سے کوئی کلام نہیں فرمایا۔
بلکہ خاموشی اختیار کر لی۔ اور جب لوگوں نے دیکھا تو آپ قائل ہی ہو چکے تھے۔
سلطان محمود کیسا باجیروت شہنشاہ تھا۔ سترہ دفعہ غزنی سے نکلا۔ اور ہندو
کوہ پامال کر کے اور بیشمار رز و جوہر اور لونڈی غلام لے کر واپس آیا۔ دیواجل نے آخر
۲۲ ربیع الاول ۱۱۹۰ھ مطابق ۱۹ اپریل ۱۷۷۷ء میں ہجرت لیٹھ سال آدیوچا اس
کی وفات کے ذکر میں اس کی اپنی تعنیف سے یہ قطعہ تاریخ ہندوستان مولوی
ذکاء اللہ میں دیکھا گیا ہے جس کو وہ ہجرت افسوس پڑھا کرتا تھا ہے
ہزار قلعہ کشادہم بیک اشارت دست بسم مصاف شکم بیک اشارت پٹے
چو مرگ تافتن آدر و پنج سودن داشت بقا بقائے خداست و ملک ملک بقائے
یہ تحقیق معلوم نہیں کہ انتقال کے وقت اس نے یہ قطعہ پڑھا یا نہیں لیکن اس
کی وفات ہی کے ذکر میں چونکہ یہ درج ہے۔ اس لئے خیال ہے کہ یہ قطعہ جو ہجرت
ویشیانی کا ایک موقع ہے وہ ضرور پڑھتا ہو گا۔ ویسے ہی ہجرت انگیز کچھ کہ درج
کر دیا گیا ہے۔

شاہجہان صاحب قرآن کا انتقال ۳۶ رجب ۱۱۸۰ھ کو ہوا ہے تو صرف ایک
یہ تھا عالمگیر جس نے اسے باقی دنیا اور اپنے بیٹیوں کو ٹھکانے لگا دیا تھا اور خود باب کو
آگرہ میں قید کر کے۔ دہلی میں رہتا تھا۔ غرض اخیر وقت اس الوالعزم شہنشاہ کے
پاس صرف بیٹیاں ہی تھیں اس کا بستر مرگ نہایت حسرت انگیز ہے بیٹیوں سے آیات
قرآنی پڑھوائیں خود بھی کلمہ شہادت پڑھا۔ اور آخر آیت در بقا انسان فی الدنیا حسرت

وفا کا احاطہ حسمۃ فقہاء الدیوبہا پڑھ کر دم دیا یہ آخری کلمات تھے جو اس کی
زبان سے نکلے۔

عالمگیر کے عہد میں روح اللہ ماں میر عیسیٰ کہ امرتسرے مودنی اور بادشاہ کے
مرام سے آستینا سخت پیار ہو گیا بادشاہ نے اس کی میادیت کو کیا۔ اور اس کی
معرفت کے لئے دعا پڑھی روح اللہ حال نے حوطہ طرب سے وجود چوکر بطور اہلما
شکر گداری پہ تضرع فرمایا۔

چہ مار بیتہ ماتہ درجہاں بیا رہم دے۔ کہ نوقت حال پہ زل ہستہ زبیدہ ہاتھی
اور دعات پائی تار یح ہوئی روح درق ملک بجا مدے۔

تسلیم کے اخیر میں عیسیٰ کی طبع نے لطف ہوئی عیسیٰ نفس رومہ میرا کہے
لگا موت سے چہار میں پہلے یہ رما ہی گئی مے۔

ویدی کہ ایک مں چہ میری کرد۔ مرعہ دلم ارقص بد آہنگی کرد
آں سیدہ کہ ملے دروے گود۔ تا یم نفس را آدم تہنگی کرد
ہد رما مار مار پڑھتا تھا۔ اور ملک کی میرائی دیکھ کر سو آہ بھرتا تھا۔

مرے سے چہ دون چیترا کر خود عبادت کو آنا عیسیٰ نول نہیں سکتا تھا بادشاہ
نے آوار دی تو آٹھ گھنٹی بامد سے آداب بجالایا۔ مگر رماں نے مارا دیا بادشاہ کچھ
دیر ٹھہر کر اور ایسے د مار کی طوطی ہر اردا استاں کا سکوت دیکھ کر ملن امیر حاضری د
تیترا کے ساتھ چلا گیا رماں مدہوئے سے پہلے عیسیٰ رتھر اکثر پڑھا کرتا تھا مے۔
گر ہمہ عالم ہم آہم سحاب۔ رتھر دہستے یکے مورنگ

سرید احمد مال ۵ ردی ۱۲۳۲ھ ہجری مطابق ۱۸۱۷ء کو رتھر ۸۱۷ھ کو دی
میں پیدا ہوئے ۱۲۴۲ھ اپریل ۱۲۵۹ھ کو بیمار ہوئے ۲۶ کی شام کو علامات نبویہ ظاہر
ہوئے لگیں ۲۷ مارچ کی صبح سے نہات سخت و درملا حق تھا جو اس بات کی علامت

۱۵ مارچ ۱۲۵۹ھ ۱۸۱۷ء

۱۶ مارچ ۱۲۵۹ھ ۱۸۱۷ء

تھی کہ یورک ایسٹ انڈیا کمپنی دوران خون میں داخل ہو کر جابجہ نہ مارے پھر اپنا اثر کر رہا ہے۔ اسی دن شام کو شہید لہرزہ کے ساتھ تپ چڑھی اور تھوڑی دیر میں ہڈیاں کی صورت پیدا ہو گئی۔ ان کی عادت تھی کہ ہمیشہ بیماری کی شدت میں محسبی اللہ و نعم الوکیل بار بار اور تکرار کے ساتھ پٹھا کرتے تھے۔ اس دفعہ بھی ہڈیاں کی حالت طاری ہونے سے پہلے قرآن شریف کو پیو اور آیتیں برابان کی زبان پر جاری ہیں۔

راہبھی اللہ و نعم الوکیل نعم المولیٰ و نعم النصیر ۱۲۲ھ اللہ و ملائکہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما آخر رات کے دس بجے انتقال فرما گئے۔ ان آیتوں کے بعد کوئی بات جو سمجھ میں آئے۔ انکی زبان سے نہیں نکلی۔

۱۲ شوال المعظم ۱۲۳۳ھ مطابق ۲۲ جولائی ۱۸۱۲ء کو قصبہ کیرت پور ضلع بجنور کی ایک

مسیحی واقعہ محلہ وادی پورہ میں مولوی سعادت حسین صاحب واعظ دہلوی وعظ فرما رہے

تھے مجلس وعظ میں لائق اور ذی علم اصحاب بھی کثیر تعداد میں موجود تھے بظلمت کے ایک بزرگ

خانہ صاحب رجب علی خاں صاحب نقشبندی مجددی گورنمنٹ پشاور پشاور عربی۔ فارسی اور انگریزی میں

ماہر تھے۔ وعظ میں فرمایا تھے مولانا نے جب بطور استلال شنوی مولانا دم کا یہ شعر پڑھا

کے پرو مرے مگر یا جس خود صحبت نا جس گوراست و لح

اس کے سننے سے خانہ صاحب متاثر ہوئے پھر مولانا نے سلسلہ بیان میں پیش شروع کئے

حق فرستاد انبیاء را بر این تاجدار گرد از نشان کفر و دی

مومن و کافر مسلمان و کفر و ایمان پیش از نشان جلا کیاں ہے نمود

یہ دونوں شعر سن کر خانہ صاحب کا ذوق قلبی اور بڑھا۔ مگر صبر و سکون کے ساتھ ضبط کئے

بیٹھے رہے۔ مولانا نے یہ تیسرا شعر پڑھا

پیش از نشان را ہمہ یکساں بدیم کس ندانستہ کہ مایک و یدیم

یہ شعر سننے ہی مولانا کے جسم کو ایک غیر معمولی حرکت ہوئی اور فقہ گر نے حکیم داؤد خان صاحب فوراً

رضخ دیکھی لیکن روض پرواز کر چکی تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۱۲ شوال المعظم ۱۲۳۳ھ مطابق ۲۲ جولائی ۱۸۱۲ء کو قصبہ کیرت پور ضلع بجنور کی ایک

مسیحی واقعہ محلہ وادی پورہ میں مولوی سعادت حسین صاحب واعظ دہلوی وعظ فرما رہے

تھے مجلس وعظ میں لائق اور ذی علم اصحاب بھی کثیر تعداد میں موجود تھے بظلمت کے ایک بزرگ

خانہ صاحب رجب علی خاں صاحب نقشبندی مجددی گورنمنٹ پشاور پشاور عربی۔ فارسی اور انگریزی میں

ماہر تھے۔ وعظ میں فرمایا تھے مولانا نے جب بطور استلال شنوی مولانا دم کا یہ شعر پڑھا

حصہ چہارم

تبر و تشر

حضرت خواجہ بہشتی حاجی صادق علیہ السلام مولانا شاہ محمد حسین صاحب محل پروردگار نے
 اہل آبادی کے حالات کے دیکھنے سے محقق حضرت ہوتی تھی و حالات اس سے کہیں زیادہ
 حیرت انگیز ثابت ہوئی حضرت خواجہ تطلب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات سے
 اس کے وصال کی چکیست کتابوں میں کسی ہے مولانا شاہ کاوی نے اس واقعہ کو کتب لغت میں
 غلط یقین کے مرتبہ لکھ چھوڑا ہے جس سے ملت الہیہ حضرت دوست کی غیر تشریف محلہ
 عید گاہ میں آپ نے قریب دہ گھنٹے تک حضور رحمۃ اللہ علیہ میں روحی واداء کے مصائب
 حمیدہ و حصائل پسند مدہ ماں فرمائے اور سامعین کے اہماں کو تارہ فرمایا مثلاً کو
 دہیں قیام ہوا ۸۰ گواہ اس کے بعد خوش و خوش سید تارا محمد صاحب مائت متولی درگاہ
 خواجہ صاحب نے کہاں تشریف لائے آپ کا قیام بھی نہیں تھا، صاحب معمول چائے
 نوش فرمائی اور صلاب عادت سے کھڑے کھڑا کر رہتے فرمائے آپ کی عادت تھی کہ
 صبح کھڑے بیٹے ہو جاتے اور کوئی عرض کرتا کہ کھڑے بدل لیجئے تو آپ بدلتے اور اس
 دن خود ہی بیٹے کھڑے رہے کنگی کی خوش رو لگائی اور خوش و خرم جیسے عاشق کسی کی نسبت
 ودار میں جاتا ہے محل محل میں تشریف لے گئے مادل والوں سے نعم کی حوائش کی دعا
 نے یہ تحریر فرمائی

حتک بارہ شک کہ خوب و شک پر دست ارکھا سے آمد این آوار و دست
 مولا نے فرمایا ہے

رے تار و رے رچ و رے دست خود بخود آو رے آید رے دست
 حضرت شاہ دعویٰ ہاں صاحب سے فرمایا دعویٰ سے ارڈالے کو بھی کالی ہے

پھر قلوب سے ایک اور غزل کی فرمائش کی وہ ان کو باوند تھی۔ پھر یہ غزل حضرت
شاہ عہد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی شروع کی ہے

آستین بر رُو کشیدہ بچھو مکار آمدی ۱۶

مولینا ہر شعر کی شرح فرماتے جاتے تھے محفل بر غاص حالت طاری تھی جب قال اس
شعر

گفت قدوس فقیرے در فنا و در بقا خود بخود آزاد بودی خود گرفتار آمدی
پہ پہنچا تو مولینا نے اس کے معنی اس طرح ارشاد فرمائے۔ قدوس رحمتہ اللہ علیہ نے جو
اپنی فنا و بقا دونوں حالتوں میں محتاج تھے۔ نہ فنا اُن کے اختیار میں تھی نہ بقا۔ اس
صورت میں فقیرے در فنا و در بقا صفت ہو گئی۔ اور قدوس موصوف اور مقولہ مشخ
خود بخود آزاد بودی خود گرفتار آمدی یعنی ذات حق مرتبہ غیب الغیب یہی سہا ہے
جہاں سے بے نیاز تھی۔ ان الله لغنی عن العالمین۔ اور تنزل و اظہار کمال کے مرتبہ
میں خود مقید ہو گئی جیسا دوسرے شعر میں وارد ہوا ہے

از تقاضائے حب جلوہ گری آمد اندر حصار شیشہ پری

پھر ارشاد فرمایا کہ دوسرا علم آیا اور منقطع کا اپنی زبان فیض ترجمان سے اس طرح
احادہ فرمایا ہے

گفت قدوس فقیرے

یعنی فرمایا قدوس رحمتہ اللہ علیہ نے جو ہمہ تن فقر تھے کہ ذات مرتبہ فنا ہیں فقیرے صفت
ہو گئی اور مقولہ در فنا و در بقا الی اخرہ ہو گا۔ اور خود بخود آزاد بودی خود گرفتار آمدی
بطور اعلیٰ و اشر مرتبہ کہ ہو گا۔ یہ مطلب تمام فرمایا۔ اس جملہ خود بخود آزاد کو اپنی
ذات پر تطبیق دے کر فرماتے تھے خود بخود خود بخود ہاں خود بخود ہی دیکھتے
ہاں شیریں کو لذت جان آفرین کر دیا۔ اور سر بسجود ہو گئے۔ سب سے پہلے حضرت شاہ
صوفی فیضانہ حب نے فرمایا کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ سول سرچن نے معاشہ کر کے بتایا کہ
ان کو کوئی بہاری نہ تھی۔ موقوفہ کسی سبب سے قلب کی حرکت بند ہو گئی ہے۔

در علم سے آزاد تھی در حقیقت میں خود گرفتار تھی اس صورت

کے خیال سے معدی کی کئی چیزیں سے قہر تک حول مالی غصہ گویا ایک سرسہ شہادت
 بھی آپ کو حاصل ہو گیا۔ واقعہ ۱۹ ستمبر ۱۹۴۸ء و قلم کے دن کا ہے۔

صاحب اس واقعہ کی خبر علی گڑھ میں بھی لوگوں میں پھیل گئی۔ صاحب مدد العبد
 پشترے دیوان حافظ کو پڑھایا۔ العبد سے دریافت کیا کہ مولیٰ کی کیا حالت تھی۔
 اور کیا ہوئی اور اب کیا حالت ہے اس کے جواب میں یہ عرض کی گئی۔

تماہا جلوت تبتیں دوق بچھا رہا۔ سر بیاں کہ منت رہا رہا۔
 تباہ ہوا تباہ آئندہ دوق بچھا رہا۔ بار پہ پیرا سر عاشق و دیوانہ۔
 معجزیگہ شب لہریں مقل و دیں۔ دھپے آں آسمان ہر سیکہ رہا۔
 آتش حسرت گل حرم لعل مسحت۔ چہرہ خداں تیغ آفت پروا رہا۔
 گر یہ شام و سحر تک کہ صانع کھت۔ قلم و ماراں ناگو ہر یکا رہا۔
 مرغس ساقی بھو آئینہ صوفی کی۔ جلوہ اوراد اگر تہ پیا رہا۔
 صوفی مجلس کث ماموق نہی شکست۔ دوق بیگ حرم سے قاتل و دیوانہ رہا۔
 مرل حافظ کول ہار گ کر باست۔ دل رد دلدار رفت جاں رہا رہا۔

ایک قوال کی رہائی ہو مولیٰ مرحوم کی خدمت میں عرصہ سے رہا کرتا تھا معلوم ہوا کہ
 اس عرض کو اکثر عابد متوق سے سنا کرتے تھے اور اس تقریر پر

آتش حسرت گل حرم لعل مسحت۔ چہرہ خداں تیغ آفت پروا رہا۔
 اور مقلعہ پر بیتہ وعدہ ہوا تھا اور عالم گدیں آکرے جو جہاں تھے۔ یہ پوری عرض
 آپ کی مکمل سوانح طبری ہے۔ جب سماع کا دوق پڑھا ہوا تھا تو ابتدا میں چھب چھب کر
 دروازہ بند کر کے بیٹھتے تھے جس کا استعارہ مطلع لکھ رہا تھا۔ عابد تین میں سے حرم میں
 میں وصال پڑا۔ میں وہاں سے نعمہ کی وراثت کرتا اور تباہ صوفی مال صاحب سے
 معاملہ ہو کر یہ فرمایا۔ صوفی کے بارگاہ الہی کو بھی کافی سے گویا مطلع کے اوپر کا شعر لکھا
 و صغار ماں سوارک سے اور فرمایا ہے۔ صوفی میں العابدیں صاحب نے یہ لکھ لکھ
 دلم عرض کے اخیر سر سے یہ تاریخ نکالی ہے۔

موتے مصافی نساوشاہ محمد حسین
 قابلی فی اللہ گشت از ہمہ گمانہ شد۔
 حافظ خوشحال نہ اگر وہ باب و لم
 دلیر دلدار رفت جابر جانا نہ شد۔
 بابو عمر درازنا صاحب ایک صوفی باکمال بزرگ ہیں جن کو حضرت مولینا الہ آبادی
 سے ایک حاکم خاص تعلق تھا اور تھوڑے دنوں سے نہ تھا بلکہ ۱۸-۱۹ سال سے اسی زمانہ
 میں آپ نے لکھا تھا کہ کل ۲۲ رجب یا ماہ اکتوبر ۱۹۱۸ء بروز شنبہ دو تین بجے شب کے درمیان
 میں نے مولینا صاحب ممدوح کو الہ آباد میں اپنی نشستگاہ پر عقب مکان آنجہانی کے
 رونق افروز ہوتے ہوئے خواب میں دیکھا۔ بندہ کی روح محض آپ کے دیدار پر الوار سے
 مشرف ہونے کے لئے حاضر ہوئی۔ پہنچتے ہی بعد السلام علیکم کے قریب ترمیلا نا ممدوح کے بطیٹ
 گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ مولینا صاحب دام فیضہ ایک تجتہ نشینی یا بالفاظ دیگر محیوہ شہنی سے
 مزین ہیں، مجھ پر کسی قدر وجہ ان کی کیفیت طاری ہے۔ قلب پر اضطراب ہے۔ اہل اللہ کی فیض
 صحبت کے اثر سے یہ بات ہو کر تھی ہے عرصہ قلیل کے بعد میری زبان سے یہ فقرہ نکلا
 ”واہ رے زاہد“ یہ فقرہ روح نے حضرت ممدوح کی شان مبارک کے لئے نہیں
 استعمال کیا۔ حسب عادت یونہی بے ساختہ کہ اٹھی اور میں سکرایا۔ ایک دفعہ نہیں متعدد بار۔
 مولانا ممدوح آنجہانی کے رونے انور کی طرف دیکھتا جاتا ہوں مسکراہٹ غلیہ پاتی جاتی
 ہے۔ اسی اضطراب حالت میں یکایک فریش پرلیٹ گیا ازراہ ادب پھر اٹھا۔ اور دیوار سے
 سہارا لے کر بیٹھا۔

واللہ میری عجب لطیف کیفیت تھی۔ روح اس قدر بشاش ہو رہی تھی کہ جس کی کیفیت
 رقم کرنے سے قلم قاصر ہے۔ موقع اسی حالت میں مولینا صاحب مجھ سے یوں مخاطب ہوئے
 ”عمر دراز خال! میری طرف نہ کسی قدر خید، ہو کر مجھ کو اپنی طرف متوجہ کیا، مولانا
 فرماتے ہیں کہ ”جب میں نے حالت سماع میں حضرت عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ کے شعر کے
 سننے سے مستغرق ہو کر عالم کثرت سے ذات احدیت کی طرف تمام و کمال رخ کیا تو یکایک
 مقام ہو میریہ مقام لاہوت ہے جہاں نہ عبارت نہ اشارت نہ کلام کچھ نہیں، پہنچتے ہی
 پھر جہاں یعنی جہاں اپنی کی طرف پھر ناجایا تو نہ پھر اگیا۔ اور اپنی قوت، قانی لے کام نہ دیا

سنتے ہی سدھ نے کہا تب یہ تو بڑا کمال ہے مولانا نے قسم کھا لی ہوئے ہوئے جواب دیا
میں بھی میں اس تال کہاں آپ پر بساں تھی ابھی میری طرف کروٹ دلی ہے تو فوراً
دوسرے رخ کروٹ لے لی عجب اضطراب تھا آپ کے دوسروں میں جلسہ الہاں صاحب
تسا کروڑ بھی بیٹھے ہوئے تھے مہماں لایت جلس صاحب جلس مولانا محمد رح آجملی
شاہ گڑھے سے محاذ کی آگے مولانا کے اس آخری جملہ پر کہیں مٹتی ہیں اس قابل کہاں
سکر کھل گئی۔

حضرت خواجہ نور محمد صاحب تیراچی (علیہ السلام) سرمد اعلیٰ تال ہیں) ایک مرگ کا مل
لہے ہیں اس کے ایک علیہ مولوی جس علی تھے حضرت خواجہ چوہدری ماسوہ میں رہا کرتے
تھے اس نے مولوی جس علی کے دل میں مدلی پیدا ہوئی کہ یہ اچھے ولی اللہ ہیں کہ ایک دن
میں کہیں قیام نہیں رکھتے میں اس میری مریدی سے مار آیا اور پھر دل میں کہا کہ کوئی ہون
دیکھ کر رات کو بیجاگ جاؤنگا۔ اس حیالات کو چند منٹ گزرے تھے کہ مولوی جس علی اتر
سدھ میں ملا ہو گئے حضرت خواجہ صاحب تشریف لائے پوچھا کمال سہم
وہیں کہا حسب تکلف سے فرمایا دبیر ل سے مدھی اور بدقتادی اچھی نہیں ہوتا
دوسرا کہ اسے تو تاب دم رہو یہ رسک جس علی اس کے قدموں پر گر پڑا اسی حالت
میں اس پر وعدہ داری ہوا حالت و بید میں اس شعر کو مار مار پڑھا اور چہرہ میں مار مار کر
دنا تھا۔

اوپر دو بیچ تبا کا کل پریتاں کر دقت
خود پریتاں کو دار اہم ریتاں گرد و ریت

مارم دون رہے سے خیال ناگدالی
مراد لیا وہ مو کس ہر سگے کسے جو ہی

حضرت خواجہ صاحب کے مرید ال حاضر ہیں سے جاں محمد ام ایک شہور جلیہ صاحب
وہ وعدہ میں آتا تھا تو ملا علی گمبی کے اس شعر کو پڑھا کرتا تھا اور جس جو دمکھا تھا
تو وہ دن کو بیٹھے کی فرمائیں کہا کرتا تھا اور شعر ہے

جس سرے مٹا سر مرا کر۔ امیر
ام ہر گ رہیں تو دگر دنا تدم

حضرت خواجہ صاحب کے خادموں میں ایک ملال ب علم بنام وتی کہ شاعر خوش گو
بھی تھا۔ پنکھا بھلنے کے کام پر تھا۔ اس کے دل میں یہ خیال گذرا کہ حضرت بابا صاحب
کی فیض صحبت اور نظر کرم یا اثر سے کئی لوگ ساحل مراد ناک پہنچ گئے ہیں ابھی ناک جوں کا
توں ہوں۔ اسی اضطراب کی حالت میں کہ ہاتھ میں پنکھا تھا مجلس گرم تھی۔ اور حضرت
تشریف فرما تھے نہایت سوز و گداز سے ایک غزل بڑھی جس کے چند شعر ذیل میں درج ہیں۔

ز فروغ چشم رویت منہ گرم بزم بھال بچہ بین ہر پیر و عرق جیا نشستہ
شدہ خاک من غبار سے ہو آخو دم کوئیت ہزار امید داری بر وہ صبا نشستہ
دل مستند مارا زہم رنود شوخے بچہ دلبری رنودہ بچہ خوش ہوا نشستہ
پیر کشتن وتی گر نبود انگار مائل بکھار مادی پس بچہ مدعا نشستہ
مقطع کو اس درد دل کے ساتھ پڑھا کہ یاراں مجلس جو پیلے ہی جھوم رہے تھے
وہاں آ گئے حضرت خواجہ صاحب بھی متاثر ہوئے اور فرمایا وتی تم آج سے فی الواقعہ
ولی ہو۔ یہ غزل ایک دفعہ پھر پڑھا۔ وتی نے نہایت خوش آوازی سے پھر اس کو پڑھا۔ اور
حضرت کی دعا سے صاحب ولایت ہو گیا۔

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا سوز و گداز اور اضطراب و گرب
کی ایک زندہ تصویر تھے۔ آپ جب پہلے پہل حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر کی خدمت میں
حاضر ہوئے تو ہا با شکر گنج نے ان کو دیکھ کر باواز بلند یہ شعر پڑھا ہے
اے آتش فراقت دلہا کیاب کردہ سیلاب اشتیاقات جا نہا خراب کردہ
یہ شعر حضرت گنج شکر کی زبان سے نکلتے ہی تیر کی طرح حضرت خواجہ کے دل میں لگا
وہ تڑپتے اور لوٹتے تھے۔ اور دلہا کیاب کردہ۔ ”جا نہا خراب کردہ“ کے نعرے
لگاتے تھے۔

ایک مرتبہ قاضی شہاب الدین نے اپنے ایک وعظ میں یہ رباعی پڑھی ہے
لب بلب و لبران ہوشش کردن واہنگ سیر زلفت متوشش کردن
امروز خوشی است لبیکہ فردا خون نیست خود را چو نمے آتش کردن

۱۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا فرماتے ہیں کہ یہ رماعی مسکینیں اس قدر متہ ہو گیا اور بہت بے گناہ بن گئے تھے کہ میں کہاں ہوں اور کہاں رہا ہوں لوگ مجھے دیکھتے تھے اور میراں تھمتے۔

قاضی سہاب الدین خود بھی صاحبِ مال و مال سے حضرت نظام الدین اولیا فرماتے ہیں ایک دن مجلسِ سماعِ گرم بھی شیخ عبداللہ غزالی کی ایک سرائی بڑھی تھی وہی تھی ایک شعر ہے کہ
لوہہ میکہ در مہر لوحہ کہ در مجھے آہ ابرہہ سودم بر آہ لوحہ کہ آتش گرفت
تمام مجلس کی حالت دگر گول بھی مگر قاضی صاحبِ ملت طبع گئے۔ انہوں نے خوش مستی میں ایسی دہشت اور گرتے کے ٹیکڑے ٹیکڑے کر دیئے۔

انکے مجلس میں قوال نے یہ شعر پڑھا ہے
محام مدیں صعب مہمدا کہ حتم مدب رسد گر مدے
اس شعر کے سنے سے حضرت خواجہ پر روت طاری ہو گئی۔ قوال نے اس سے آگے اور شعر پڑھا چاہا آپ روتے سے اور کہتے تھے میں وہ شعر پڑھوں۔ اور مار مار پڑھوں۔

خواجہ قطب الدین مختار کا کیسے حالات ہیں لکھا ہے کہ ایک دن مجلسِ سماعِ گرم تھی تمام درویش حاضر تھے خواجہ مختار بھی تشریف لے گئے شیخ علا الدین تبریزی کہ مردِ کامل تھے حضرت خواجہ کی ملاقات کے لئے آئے۔ خواجہ کو کبھی کتب سے معلوم ہو گیا تھا قوالوں سے ایک حاصِ عمل کی فرمائش کی جس پر شیخ پہچے تو قوال یہ شعر گاہے گاہے

در مسکدہ و حنتب متہار سے گھم در عالم پیرگی حریار سے گھم
سیح اس وقت تک سماع کے فائل رہے یہ حال دیکھ کر شیخ بھی دھڑک اٹھے
کتاب وائذ السالکین میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ہندو قوال آپ کی خدمت میں آئے اور اس شعر کو ہر ایک خوش الحانی سے گائے گئے۔

سرد و محبت کہ چندین فسون عشق در دست سرد و محرم عشق است و عشق محرم اوست
خواجہ بختیار اس شعر کو سنکر گر پڑے۔ سات دن اور سات رات تک در صرف
نماز کے وقت کے سوال مانے ہوش رہے اور کھانے پینے کی مطلق پرواہ نہ تھی۔

خواجہ بختیار کی رحلت کا واقعہ بھی کچھ کم حیرت انگیز نہیں ہے۔ آپ شیخ علی ہجویری
راور با لفاظ تا مدیح فرشتہ خواجہ قطب الدین علی ہجستانی کی خانقاہ میں سماع سن رہے
تھے جب قوال اس شعر پر پہنچے۔

کشتگانِ خنجر تسلیم را ہر زماں از غیب جائے دیگر است

خواجہ بختیار کی طبیعت میں ایک تغیر واقع ہوا۔ آپ بیہوش ہو گئے۔ تھنی عبد الدین
ناگوری اور شیخ بدر الدین غزنوی آپ کو آپ کے مکان پر لائے۔ لیکن آپ کی حالت بدستور
اسی طرح تھی۔ پھر قوالوں کو ہلا کیا گیا۔ انہوں نے جب وہی شعر پڑھا جس میں از غیب جائے دیگر
کا ذکر تھا تو آپ نے حرکت کی۔ لیکن نہ آنکھیں کھولیں نہ کسی سے بات چیت کی۔ یہ حالت
تین شبانہ روز رہی۔ پھر تھے دن آپ داعی اہل کو لید کا کہہ گئے۔

شیخ فرید الدین گنج شکر ایک دفعہ حجرہ کا دروازہ بند کر کے ہزار شوق و محبت
پر رباعی پڑھ رہے تھے۔

خواہم کہ ہمیشہ در ہوئے تو زیم غامی شوم وزیر پائے تو زیم

مقصود من بندہ نہ کوئین توئی از بہر تو میرم و برائے تو زیم

شیخ نظام الدین اولیا نے مولانا بدر الدین اسحاق کے توسط سے دیکھا کہ شیخ
جام عشق سے مدہوش ہیں اور رباعی پڑھ رہے جاسے ہیں۔ اور ہاتھ پشت پر رکھے
جدہ کر رہے ہیں۔

تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ قوالوں نے حضرت نظام الدین اولیا
کی مجلس میں جب حکیم شنائی کے یہ دو شعر پڑھے۔

بیز منما جمال جان افروز و بہبودی بر دسپند بسوز

آن جمال تو چیست ہستے تو وال سپند تو چیست ہستے تو

تو حضرت محمودؒ آتھی پر ص کی حالت طاری ہو گئی اور ماہر باراہیں شعروں کو
قوالوں سے سنتے رہے شیخ ہاد الدین رگر مالتائی کے حالات میں سب تاریخ
درستہ لکھا ہے کہ شیخ ایک دفعہ اپنے داماد اور مرید شیخ امیر ہیم عراقی کی فعل میں گئے
وہاں قوال شیخ عراقی کی یہ عمل گارہے تھے۔

رائے سید مرغ حان عاشق رسل ماہرویاں ام کرود
لالم ہر کما رنج و لامب ہم ٹردید و عس نام کرود
بہر سل سماں ارب و حتم مہیا تنگ و مادام کرود
چو خود کرود را جویتش ماش عراقی ماچرا مد نام کرود
عمل کے اکثر شعروں پر حضرت شیخ کو ایک مجلس سی ہوئی یہی مگر مطلق لے لوگ
آک سی لگا دی جس سے آپ دیر تک تڑپتے رہے اور وحد و حال کے عالم میں لے
ہاتے رہے۔

عبداللہ نام ایک قوال حضرت شیخ رگر یا کی حد مست نہیں آیا۔ اور کہتا ہے تمہارا الدین
مہروردی میری آوار کے دلدادہ ہیں۔ اگر آپ بھی سماعت فرمائیں تو سداہ نواری سے لیں
۔ ہنکا یسوع لے امارب دی پھر اب گئی محفل کرم ہوئی۔ عبداللہ لے بیڑا لیں تو
سے مستان کہ شرب اب خود دید اور بیلوئے خود گلاب خود دید
شیخ وجد میں آکر ایسا سادہ ہو گئے۔ اور چو حق کے نورے لگا لے گئے۔ قوال دوسرا تع
پڑھا چاہتا تھا مگر شیخ نے سی تعز کا نکار جاری رکھا اور جب تک حالت وحد میں
رہے۔ اسی تعز کو نہ تکرار سنتے رہے۔

شیخ وحد الدین متماں جو بیارح کے نام سے زیادہ مشہور ہیں حضرت شیخ نظام الدین
اولیا کی ملازمت میں مرتبہ حاصل رکھتے تھے ہادتاہ عیث الدین نے حکم دے رکھا تھا
کہ جو مطلب یا قوال کسی صوفی کی مجلس میں گائیگا یا کوئی صوفی سماع کی محفل کرائیگا تو دونوں
کی رہا میں لڈی سے کچھ فی حاشیگی اس خود سے کسی صوفی کو راگ سے اور کسی قوال کو
سلے کی ماب نتیجی سرس قوال جو شیخ نظام الدین کے ولید حواروں میں بھامعہ میں

قیلوں کے شیخ عثمان کے جماعت خانہ کی طرف سے گذرا اور سلام کے لئے اندر آیا شیخ عثمان نے کہا میر حسن! آہستہ آہستہ گنگناؤ میر حسن نے عذر کیا اور کہا کہ حضرت! بادشاہ کو سارے سے اس قارضہ سے کہ کوئی شخص قرآن بھی خوش آوازی سے نہیں پڑھ سکتا شیخ عثمان نے دروازہ بند کر لیا۔ اور اس کو گانے پر مصر کیا۔ آخر میر حسن نے ابھی ایک بیت ہی سے

زاہد زدیں برآمد و صوفی ز اعتقاد تر ساجد می شد و عاشق ہما کہ ہست
شروع کی تھی کہ شیخ عثمان وچھل آگئے۔ تیغودی میں گودنے لگے۔ اور دروازہ کھول دیا۔ تمام شہر میں خبر پھیل گئی۔ آگے قصہ بہت بلولانی ہے مختصر یہ ہے کہ آپ کو بادشاہ نے سختی سے حاضری کا حکم دیا۔ آپ ابھی راستے ہی میں تھے کہ بادشاہ کا غصہ مبدل بہ التفات ہو گیا۔ اور آپ تین شبانہ روز تک اعزاز و اکرام کے ساتھ قصر خاص میں بطور مہمان شاہی فروکش رہے۔

حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی کے حالات میں لکھا ہے کہ دہلی کے نواب غازی الدین خاں نظام الملک حضرت کے پیڑ بھائی تھے۔ نواب نے مجلس سماع منعقد کر کے ایک دفعہ حضرت خواجہ صاحب کو رجوانہ دونوں دہلی میں تھے۔ ان کے اکثر خلفائے مدعو کیا حضرت تشریف لائے۔ قوالوں نے حضرت جامی کی یہ مشہور غزل شروع کی کہ
اے ترک شورش دین ہمہ ناز و عتاب چیست
گنتی شبہ بہ خواب تو آیم و لے چہ سود
از در سہ یکعبہ روم یا یہ میکہ
گر من نہ غرق آتش عشق ز شوق تو
جامی چہ لاف سے ننی از پاک دامنی
بر خرقہ تو ایس ہمہ داغ شراب چیست

از مدرسہ یکعبہ الزیر حضرت خواجہ صاحب کو ایسا وجد طاری ہوا کہ آنکھوں سے خون کے فوارے جاری تھے۔ خانا اور مرید آپ کے دونوں ہاتھ پکڑ کر آپ کو طوائف کرائے تھے۔ قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی بھی شامل تھے۔ آپ نے یہ نوبت

دیجھکے قہاروں کو منع کیا اور کہا میں کرو ہمارا فیض مراہا ہے

سلطان علاء الدین جس سے رتا بیرج وفات عرۃ ریح الاول شہ صبر سال
حاندان سے کاہانی تھا۔ جس کی سلسلہ دکن میں سہایب رتوہ پر ہی ہے ہا وقلہ ایسے
چھوٹے بیٹے محمود سے بہت محبت رکھتا تھا ایک دن فرمایا محمود کہاں ہے؟ عرض کیا
کیا مدرسے میں سے پڑھ رہا ہے لہذا اور پوچھا بیٹا کیا پڑھتے ہو عرض کیا لوتان
فرمایا کون سی حکایات؟ عرض میں محمود نے یہ حکایت پڑھی ہے

شہیدم کہ مستند روح سرشت سحریتہ ر لکے لوت

مدیں چشم چوں ملے دم ر دم رقتہ چوں چشم مرہم ر دم

گر قند عالم مردی و رور دیکس نہ مردند ما خود مگور

تا بیرج فرشتہ کے تیسرے مقالے تک کہ سلاطین دکن میں لکھا ہے کہ سلطان
علاء الدین جس نے تیسرا شعر سنا تو نے اختیار ہو کر ہائے ہائے کے نعرے مارنے
لگا اور دیکھ کر رار رار روتا ہوا یہاں ہوش میں آیا تو تینوں بیٹوں کو لگا کر العاق و
اتحاد اور حیرات و صدقات کی وصیئت کرتا اور آوار ملندہ لند کہا ہوا اول
حق ہو گیا۔

دہلی میں نور مانی کا نام بہت مشہور ہے جس کو محمد شاہ مارشاہ کے دربار میں بہت
عرب حاصل تھا نور مانی ایک دن نواب روشن الدولہ کے ہاں پہلی چہل کی باتوں
میں متعول تھی کہ اتفاقاً میراں سید بھیجک صاحب جن سے نواب کو بہت عقیدت تھی
آتھریسے آئے نواب نے نور مانی کو دوسرے کمرے میں بٹھو کر مجلس چھڑوا دی۔
میراں صاحب اتفاق سے بہت دیر تک بیٹھے رہے نور مانی ہر ایک چہل کی طلعت
کی صورت تھی وہ بے تاب ہو کر ماہر کل آئی اور سچ میراں کے حضور میں جھک کر
آداب محالائی اور عرض کی کہ لوڈی کو حکم ہو کہ کچھ گائے سح سماع کے ماشق بھیجے
خواب نور ویا لیکس خاموش ہو رہے ہاں نے سہایب سور وگدار سے یہ رمانی
گائی ہے

پیشہ نہ کرنے کا خشنہ گفتا رستی کو بیزارستی و بر شد پیوستی
 زن گفت چنانکہ تم نہایتیم مستم تو بیز چنانکہ بیمائی رستی
 مولانا حاتم مقدس شاعر و شاعری میں لکھتے ہیں کہ اس بر محل - مائی کے سینے سے شمع کی
 حالت ایسی متغیر ہو گئی کہ ہائی کو اپنی جہاں سے بھٹکتا ہوا دم ہونا پڑا - ہا وجود یکہ نور بائی
 کو خاموش کر دیا گیا تھا شیخ کی شورش کسی طرح کم نہ ہوتی تھی - وہ طبعاً بین بر مرخ سہل کی
 طرح لوٹتے تھے - اور دیواروں میں سر دے دے مار تے تھے - ویز تک بھی حال رہا اور
 بہت مشکل سے ہوش میں آئے -

مولانا سید احمد صاحب بریلوی جن دنوں درویشانہ زندگی میں
 رہتے تھے - چشتیہ طریق میں لوگوں سے بیعت کیا کرتے تھے
 یہ حالات مسئلہ ہجری المقدس تک رہے - اسی زمانہ میں ایک
 شخص صوفی نام باشتہ دہلی آپ کی بیعت اور بزرگان دین اسکے
 کمالات سے انکار کرتا تھا - لوگوں نے اس کو بہت سمجھا یا -
 مگر اس پر کچھ اثر نہ ہوا - آخر اس نے حسب قاعدہ مقررہ در و دویزہ
 پڑھ کر یہ نیت خالی ذیوان حافظ کھولا تو اول صفحہ کی پہلی سطر ہی
 میں یہ شعر نکلا -

کجا ست صوفی دجال چشم لحد شکل
 بگو ہوسز کہ مہدی دین پناہ رسید

یہ شعر دیکھتے ہی صوفی کے دل پر ایک بر چھی سی لگی - عرق شرم
 سے تر ہو گیا - دوڑا پڑا مولانا کے پاس گیا - اور نہ صرف
 بیعت کی بلکہ دیگر بزرگان دین کے متعلق جو خرافات بکا کرتا تھا

مولانا سید احمد بریلی میں یکم محرم الحرام ۱۳۱۷ھ کو پیدا ہوئے ۱۳۲۷ھ تک ان کی زندگی
 بالکل درویشانہ رہی - لیکن ۱۳۲۷ھ سے ۱۳۳۷ھ تک زندگی میں سپاہیانہ دور پیدا ہوا ہے - اور
 مددیش و فقیر وادیا کے سخت خلاف ہو جاتے ہیں اور حد سے زیادہ ۴۰

ار سے تو نہ کی :-

مرآۃ المفارید میں شکر گنج ۷۰ تا ۷۱ تا ۷۲ کے نام سے زیادہ ہیں جس حضرت
خواجہ غلام الدین محتیار کاکی کی خدمت میں بمقام واپسی حاضر ہوئے تو حضرت خواجہ
سے اس سے فرمایا کہ مردانِ خدا سے بڑے بڑے مرسلین سے مل کر کے صدق و صلہ کے مقام
پہنچتے ہیں یہ معادہ سب لوگوں کو حاصل ہو سکتی ہے خدا ہنس عام ہے تو اس
عام میں اس کے تواضع و بیعت کی گئی تھی کہ اس سے کس سے کس سے کس سے کس سے
میں ہر وہ ایسا ہے جو مرسلین کی امتداد کرتا رہے جب کہ اس کو وہ
صدق و صلہ سے قدم نہ رکھے اس سے بڑھ کر کسی میں نہیں ہو سکتا ان
الفاظ کے بعد یہ استعارہ ہے

لو راہ معرفت اراں محمود وے کہ رواں دہر محمود
ہم در درہ ہماست اگر نہ ہوا
ہم سارے سے کچھ اس سارے کے ساتھ سال رہا ہے کہ پورے آٹھ گھنٹے رہے
اور عام پیر میں معمول ہوئے

۲۲ رجب ۱۰۸۰ ہجری کا دن تھا اور حضرت فرید با مسئلہ سماح یزیدت اور فرید
رہے تھے شیخ بدر الدین مولیٰ شیخ جمال الدین السیدی شمس دیرالہامی
سلطان المسلول حضرت لٹام الدین اولیا شہبازی اور کئی اور بزرگ اور
رویں بیٹھے ہوئے تھے یکایک یہ ساء می قول ای خاص کے ساتھ حضرت
نامہ صاحب کے سلام کے لئے آگیا آپ نے فرمایا کیسے ساء محمد شاہ حضرت احمد الدین
کرمانی کا توں گلو حال صاف اس سے بھی ماضی و گناہ حضرت فرید با عالم سرور ہیں
ہو گئے اور رقص کر کے لگے ایک رات ہی حال طاری رہی سارے وقت
مارچہ بیٹ اور پھر سارے میں آجائے حل کے بعد یہ ہیں :-

دلالت کردن اندر عاشقی را راست
دلالت کے کند آنکس کہ نیا است
نہ برتر دانستے را عشق ز سب
نشان عاشقی از دور پیداست
نظائی تا توانی بار سا پاس
کہ نور بار سائی شمع دلماست
جس شعر کو حضرت شیخ الاسلام فرید بابا کا پاک زمان سے بار بار نکلنے زار زار اپنے
اور وجدانیت و سرور پیدا کرنے کا سب سے زیادہ فخر حاصل ہے۔ اسی کو حضرت
سلمان المشرع محبوب الہیؑ نے اپنی کتاب راحۃ القلوب میں ہر ایسے مقام پر درج کیا
ہے جہاں اس کا ذکر آیا ہے وہ شعر یہ ہے

در کوئے تو عاشقان چنان زبان بپند
کا نجا ملک الموت بگنجہ ہرگز
حضرت سلمان المشرع لکھتے ہیں۔ ۱۱۰ اشعیاں شاعر کا وقت ہے۔ صغیر
فرید بابا شیخ البراجنہ یعنی کے فضائل بیان کر رہے تھے جب اللہ کے وصال پر
ہوئے تو فرمایا انہوں نے مرنے سے پیشتر ہی سامرہ خولیدو بانیہ غسال ملک کا بھی متعلق
رہا تھا۔ جب وقت آیا تو کہا سب میرے پاس سے چلے جائیں۔ لوگوں کے جانے نہ
سورہ بسین شروع کیا۔ اور جب حسبہ صمدان الدی پیدا کیا۔ لکوت کل نسی والیہ وجہاً
تو آخری سانس پور سے ہو گئے۔ آقا ز آئی دوست دوست سے پیوست ہو گیا جس سے
فرید بابا یہ کہہ کر گئے ہائے گریہ اور بہ نہ سڑھتے تھے

در کوئے تو عاشقان چنان زبان بپند
کا نجا ملک الموت بگنجہ ہرگز
ہر نعرہ مار کر پے ہوش ہو گئے۔ اور جب ہوش آیا تو اسی شعر کو دہرانے لگے۔ سر بڑھ کر
وصال کے بعد فرید حضرت فرید بابا نے یہ شعر پڑھا ہے۔ اور چہم پڑ آب ہو کر جھوم جھوم
کر۔ مزے لے لے کر نعرے مار مار کر اس کا مطلب لوگوں کو سمجھا رہا ہے۔ اور فرما رہا ہے
واللہ انہی کہ مطلوب کے عشق و محبت میں ہر لمحہ مستغرق رہے اور اس کی یاد بھی دل
سے محو نہ کرے۔ راحۃ القلوب میں اس کا مفصل ذکر ہے۔

راحۃ القلوب میں لکھا ہے۔ ایک دن فرید بابا جو پر حالت طاری ہوئی رہا جانس

۱۱۰ بزم فرید اسی راحۃ القلوب کے اردو ترجمہ کا نام ہے جو درویش پری دہلی سے ۱۰۱۰ لکھا گیا ہے

دوبتوال ہوتے تو کچھ سے پھر وہی عالم و مدرس یہ رہائی اور پختہ سے ہے
 ہیں عمل کیا کہ ارمکمال تو رسد وائل یہ کیا کہ زمانا تو رسا
 گہم کہ تو پردہ سرگرمی و محال آں روح کیا کہ وصال تو رسد
 اس رخسار میں ایک مسعراق رہا کہ اسی حال میں ایک باب لگ گیا

حضر علام الدین اویسا محمد آبی ایک مرتبہ جمعہ ہفت روزہ کے یاس و حضرت
 قطب الدین عتیقار کے باران خاص میں سے تھے چلے گئے غاں سے حضرت مامور
 کی خدمت میں ایک مکتب لکھا جس میں یہ شعر تھا

راگاہ کہ مدد تو داسد مرا مہر مرد اک دیدہ تمام مرا

طلب عامت عباسی فرمودہ است ورنہ تمہارے کما مر و اس

فرید ماحب اس شعر پہنچے و حالت متعمر ہوئیں کچھ دنوں کے بعد یہ محسوس آئی
 خود بھی مامور کوئے حضرت کے فرمانا تم سے ایسے مکتوب میں ایک شعر بھی لکھا جس کو
 میں نے مادہ لکھا ہے اور جب ہم ماؤ آتے ہوں تو میں کہ پڑھ لکھوں اس کا ہا میاں
 سے میں وہ شعر سنا چاہا جس میں حضرت محسوس آئی فرماتے ہیں میں سے تدموس اور
 وہ شعر چھپ سکتے ہی تھے یہ شعر علامہ ہی ہو گئی اور لے کر ہدایت رس وایا حاصل
 وہ وکیف سے فارغ ہوئے اور سکون کی حالت میں اپنی نوٹس لعلیں چو لہ
 اکمر اس اصلی عفت اور حردہ حاضر عطا فرمایا اور کو دوس لے کر کما مولیا عظم الدنا
 وہ دلی نہ دیک ہے کہ میں تم کو جس کراں اور حضرت میں لکھے سکوں لیکن اکی پند
 یہ یہاں رہو کہ لقات ویدانیت سے حضرت مولیا محسوس آں فرما میں
 میں نے بعد پیم پر اس موٹھی اور اسودوں کو جس معنے آتھوں سے ماہر شالاحاد
 سب دلی سے ہے

ویدار وہ ساں موافق عین است چوں یا قہم حیف نو دگر رہا گسٹم

۳ ریت الاول ۱۲۵۰ ہجری کا دگر ہے حضرت فرمایا ماما حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مردم کے عالم جمال کا ذکر سے تھے حاضرین مجلس سے ایک شعر بلند ہوا

حضرت پر بھی محبوبیت کا عالم طاری ہوا۔ حضرت محبوب الہی فرماتے ہیں میں حاضر تھا فرمایا
 "جن کی خاطر تمام عالم پیدا کیا انہی کو جب عالم میں نہ رکھا تو پھر میں اور تم کون ہیں۔
 شمس و میری ہی صفات تھیں۔ اس نے عرض کیا لظاہر کی ایک نظم بر محل یاد آئی ہے
 فرمایا پسندو۔ جب نظم پڑھی گئی تو حضرت فرمایا یہ عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ اور ۵۰

ایک ہفت تک غائب ہو دی اور غائب و کیفیت کی حالت میں ہے نظم حسب ذیل سے

جدا الہیت باکثر - نیز نگاہ او - ماسے جنگ آزار - جنگ او

منیبہ - یعنی دریں بات کس - تماشا کند بہرے یک نفس

دراں ہمارے پیش - نیست - کہ کہیہ بہر مرد خود کی مہ نیست

در و ہر دے نو سے سے رس - یکے بہر دے و دیگر سے سے رس

حماں گردہ آرام گاہ سے خوش اسف - شعا بندہ را فعل در تنش است

و در دار و اب باغ آراستہ - در و بندہ این برود - برخوار است

در آ - از در سے - بارغ جنگ تمام - زو بگو در بارغ بہر دل خرام

اگر نہ بر کی - با شگلے خوش گبیر - کہ باشد بجا مانہ نش ناگز ہر

پیکے را در آرد وہ ہنگامہ نینر - دگر راز ہنگامہ گوید کہ چیز

نظاہر می سبک بار بار ادا شدند - تو ماندی بغم خم گساراں تند

حضرت خواجہ نور محمد صاحب المشہود حضرت بابا جی صاحب تیراہی ایک مرتبہ موضع
 ڈاڈاں شہیم تھے وہاں دو افغان جہان خاں اور شہر لہب خاں نے ڈاکہ زنی اور چوری
 کی دارو انوں سے مواضعانہ کا دم ناک میں رکھا تھا۔ خدا کی قدرت سے دونوں کی باقی
 بچ کے لئے حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا اگر چوری ترک کرو گے تو مریدوں میں داخل
 ہو گئے ہو۔ غرض وعدہ کر کے وہ ارادتمندوں میں داخل ہو گئے۔ لیکن خوشے بد در
 طبیعت کہ نسبت مشکل ہی سے جاتی ہے چنانچہ دونوں بھائیوں نے معہ پسندہ اور
 ڈاکوؤں کے رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اللہ نور حضرت بابا جی کے ایک مرید
 کے گھر نقب لگائی۔ اللہ نور کا ایک لڑکا پندرہ سالہ عمر کا تھا وہ جاگ اٹھا۔ اور اس نے

سال سال کو اس پر سے لعل ہیں دہایا کہ وہ جب تک اس کی بیٹی کی جلتے چہرے
 حال میں معلوم ہوا کہ وہ ہوں سال اور اسی پر کھانی سے رشتہ دلوار کے ماہر جو
 جو چہرے اہول سے جہاں حال تو آوارہ و گمراہ ہیں کی امارت طلب
 کی کہ اس نے کہ تم جلتے ماد میں آکر رہے۔ ان تھے گھروانوں نے نہیں بلکہ
 صاحب نے پکڑ کر لڑکے کے حوالے کیا ہے جب بھری کا۔ آتا تو گھر والوں نے
 اور جہاں حال سے مل کر کھا کھا یا جوں کھلے ہی حضرت ماما صاحب بھی شریہ
 اسے اور حرا یا تو کو سچ کما کیا ماما تم اس سے کہ ماما صاحب

کہا۔۔۔ آئندہ ساری مر کے لئے اور سے حضرت نے فرمایا

وہ لیس سال است ماما جو اہل گھر میں کہ گھنگارہ جو اہل گھر

معلوم نہیں اس دور اور کس سے گذرے یہ معر پڑھا گیا کہ جہاں حال سننے
 ہی لڑکے کا روم اور وارٹھیں مارتا مہر اور حضرت کے مال و جہاں کو دیکھیں

یہاں تھا۔

خواجہ محمد علی ماما صاحب منسوب اور میری جو۔۔۔ عرب ماما صاحب کی
 ماما صاحب میں آتا ہی کتاب۔۔۔ کہنے میں حضرت ماما صاحب کا ایک دم
 یہاں مگانا صبح۔۔۔ کا صبح کس کا رہے ماما صاحب اس آہٹ کی ماما صاحب
 عدام سے صحابی بھی حضرت کے وصل کے بعد وہ میری فائدہ دانی کو کرتا تھا
 کبھی حضرت نے جب کا دیکھا ماما صاحب پڑھتا تھا

ترتے ار لعل لیس تحسین و۔۔۔ رہے مہ پیکر و میر پیکر و برت
 ساتھی انہی کے کیسوں آتے اور اس میں اگر ٹھیک کیسب ماما صاحب

سرت کا کہ یہ ماما صاحب علی ماما صاحب آتا تھا وہ اس سے
 رہا ہے جو کہ اسے دیکھیں وہ ہیں آیا۔۔۔ اس کی کیسٹ ہی اتنی ہر رات حد لے کے

عالم میں رہا کہ ماما صاحب اور ماما صاحب سے یہ شعر پڑھتا تھا

دوسا نے ہمارے حال نظر تانتا دائم گھر ماما صاحب ماما صاحب

خواہ دین و دنیا صاحب تیرا (چند روز) بابا جی صاحب سے بگڑ کر بد موسم کا ایک۔ مرید
خلیفہ سید جمیل شاہ پشاور جا کر کسی نہ کسی وجہ سے خواجہ صاحب کے عقاید کا مخالف
ہو گیا جب خواجہ صاحب کو اطلاع ہوئی فرمایا خود بخود پشت بجان ہو کے آئینہ کا پتہ نیچے
کچھ عرصہ کے بعد وہ آیا اور اس حالت میں کہ صبح کا کھانا پیسٹھا نوشام سے جواب سلام
کو کھانا تھا تو صبح کو محروم رہ جانا تھا۔ عقاربہا طلبہ سے توبہ کی خواجہ صاحب نے
فرمایا۔ ہم تمہاری طرف سے کبھی مالوس نہیں ہوئے۔ اس سے رو کر پیشہ شریف سے
بیل نیم کہ بر سر ہر گل نوا کھم جھنوں نیم کہ صد رت خود را گدا کھم
برو اندہ نیم کہ بیک شغلہ جاں دہم شمع چوپاک سو زخم و جاں را فردا کھم
یہ شعر جس نے جس درد اور جس تڑپ کے ساتھ پڑھے گئے خواجہ صاحب بھی
اس سے متاثر ہوئے اور دیر تک مجھ سے رہے۔

خواجہ صاحب امام الدین احمد جو خواجہ بابائی بالذکر اور لدھی کے سریدار خاص ہیں سے بلکہ
منازلہ سے بھی بیان کرتے ہیں کہ میں پہلے بھل زخم دل کا مرہم لینے کے لئے اس حافی
طیب (پسے مرشد خواجہ صاحب) کی ذرست بن گیا تو آپ نے انکار و جہ کی خاکساری
اور اصرار سے فرمایا کہ میں اس قابل نہیں جس بزرگ کا نہیں پتہ دیا گیا ہے وہ کوئی
اور ہونگے۔ میں ناکام آئی کہ اگر جانے کے ارادہ سے تھر رہ پٹی میں آیا۔ سخت
پریشان تھا کہ اب کیا کروں ناگاہ ایک نہایت دلکش اور دُرُبا آواز سے مجھے اپنی
طرف متوجہ کر لیا۔ میں چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگا تو ایک عایشان مکان کی
اونچی دیوار سے گھانے کی آواز میرے کان میں پہنچی غور سے سنا تو قال شبنم سعدی
کے یہ بیت گارہشت سے

تو خواہی آستین افشان و خواہی دامن اندر کشت

بگس ہرگز نخواہد رفت از دکان حلوائی

میں نہیں سمجھتا اس شعر نے میری کیا حالت کر دی۔ اور مجھ پر کیا نوبت گذری مجھ پر

سب سے بات مافہ

یہ ہے کہ میرے حال کی چنگاری سعلوں پہ کشتعل ہو گئی ، میں اچود پہلی
مرتبہ اکام و داماد اپن آنے کے بعد دل کے سزار سے حصرت خواہ صاحب
کے پاس نے تانہ دوڑا گیا اور قص باس ہوا ۔

محمد دوم راہد خواجہ عبداللہ احمد حصرت خواہ باقی مالتہ کے ویرہ اور
اور حصرت محمد الف بی ہے محب نامہ سے باد خود سلسلہ نقشبہ یہ میں ملک
ہوئے کے کمی کمی اسماعیل سرد سے بھی لذت حاصل کرتے تھے ۔ اور کبھی العسیر و
سماع کے دھوکہ دہی حکموں اور یا مالوں میں کل حالت تہہ سوار اسعار پرستے
اور دل پندہ دے آہیں تھپتھپتے تھے مولف حیات ماقبلے آپ کا ایک
تضرع کھاس جس کو ایک وجہ قرار دے کر آپ ثوریہ بنی ہیں تعول تھے تھے سے
گشتہ نگہاں بہا سلسلہ بکارا نوئے آواز کر ماسار

حضرت خواجہ محمد الہامی الالہی المتفلسفی المتہور باقی اللہ کے مال حاصل
سے ایک سرگ سیم تاج الدین نام تھے حصرت خواہ کی وفات کے بعد وہ کثیر اور
ہمدوساں کے یکہ مالک کی میر سے فارغ ہو کر ریارت حرمین سر لعل کے لئے سفر
تجار پر آمادہ ہوئے جب موسم قریب آیا اور قافلہ حرمین لے دہج کا نگارہ لگا دیا
تو اصل کی دور سے تیج کی غیب سال ہو گئی ایک سرد آہ بکھچی ۔ اور پُرورد لھے
میں حراما سے

یک طرف مانگ حدی کاٹاں آوار ورا اگر ان حالی نو و ارا کہ ماند دل بجا
معد مات و عذاب سے فارغ ہوئے تو قافلہ والوں کو لوہے کر لئے کا حکم ہوا
حضرت خواہ راو اللہ کا ایک مرید تھا جو کسی رں حشر و کے سامعہ ماجارہ علق
رکھا تھا حصرت کو حرجی مع کیا اور مولد مامد الرخس حاجی کی یہ رہائی پر طبعی سے
رف آں کہ لعلہ ماں رو آرم حرف علم شاں بلوچ دل نگارم
آہنگ صال حاودانی دارم جسے کہ ۔ عاواں اہ میرام
خدا عاے اس رہائی میں کس قرامت کا اثر تھا کہ وہ مرید میرام سرارم کے لئے لے لگالے گا
اور تاد مریت عاصی جس کی دینیت سے سرار رہا

حضرت خواجہ صاحب سے خلوت کے علاوہ کسی اور مقام پر گریہ کا ظہور بہت کم پایا گیا ہے۔ لیکن ایک دن آپ مسجد جماعت میں بے اختیار رو پڑے سبب پوچھا فرمایا۔ نماز کی حالت میں روع نے خروج کرنا چاہا۔ اور ارادہ کیا کہ اوج کمال کی انتہا تک پہنچ جائے مگر راستہ میں سے پھر آئی اور جبکہ کھاکر بدن میں داخل ہو گئی۔ پھر اسی تنگ آلودہ حالت میں یہ شعر فرمایا ہے

چہ تو اں کرد کہ دیوار غم اُفتاد و یلند ایں بنائیت کہ آں خانہ برآند از نہاد
یعنی کیا کیا جائے غم کی دیوار بہت اونچی ہو گئی ہے لیکن یہ وہ بنیاد ہے جو اس خانہ برآنداز نے خود رکھی ہے۔

خواجہ محمد سلیمان صاحب تونسوی ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد صاحب مہاروی کے پہلے یاد دوسرے عرس میں شامل ہوئے نواب غازی الدین خاں نظام الملک اور دیگر خلق بھی جمع تھے۔ قوالوں نے شیخ جمال حقی فیروزپوری حضرت خواجہ کے مرید کی ایہ غزل پڑھنی شروع کی۔

مرجا ترک مست رعنائی دل زماے بری بہ یغائی
در جہاں نیست کس بتو مانند بے نظیرے بہ حسن و زیباؤ
تجو مطلق شود ہمہ عالم چوں نقاب از جمال بکشتائی
نظام ہر مینوں کو یہ شعر بالکل معمولی نظر آتے ہیں۔ لیکن ان کی کیفیت اور ان کی لذت صاحب دلوں سے یو جینی چاہئے۔ خاتم سلیمانی میں لکھا ہے کہ ان اشعار سے خواجہ صاحب کو اس قدر وجد طاری ہوا کہ آپ نے جوش مستی میں صاحبزادہ غلام مصطفیٰ اشبیر کو جو اس وقت بالکل بچہ تھے۔ کندھے پر اٹھا کر چاروں طرف دوڑتے تھے کبھی روضہ کے اندر جلتے۔ کبھی مسجد میں پھیلائی گئی مارتے۔ آخر بے ہوشی غالب ہو گئی۔ صاحبزادہ کو نیچے اتارا۔ اور بے خود ہو کر زمین پر گر پڑے۔ نبض کو دیکھا گیا۔ اس کا کچھ پتہ نہ ملا۔
نواب صاحب اور دیگر خلفاء کو بہت پریشانی ہوئی۔ آخر تیسرے پر ہوش آیا۔ اور اٹھ کر تازیانہ صحری۔

میاں احمد قوال کو بچپن سے اخیر عمر تک حضرت خواجہ محمد سلیمان تولوسی کی صحبت میں رہا ایک مرتبہ لوہا تیر محمد ماں سعدورٹی سکھ ڈیرہ اسٹیل ماں کا ایک عرصہ لے کر حضرت کے سنگھ پر گیا میاں احمد قوال کلریاں ہے کہ میں جب دروارے کے پاس گیا تو میں نے اندر سے ایسی خوش اخلاقی کی آواز سی کہ آج تک سی نصیب نہ ہوئی تھی مجھے اس سے رٹا دوق اور لطف اور سرور حاصل حاصل ہوا۔ وہ

رل جو گائی جارہی تھی حسب ذیل ہے :-

اے ماں دادم و جاں ہود را یا فتم گرد تیج جس آدو پرواہ ہود را یا فتم
اے عشق و در سحرے پا ماں آدو تا فروز فتم در ویک داہ ہود را یا فتم
ساہرا ستم رطراف جہاں چوں گرد ہاد اور لے لےں پہی دیواہ ہود را یا فتم
ماں ستم مست اعمال ماں چوں بس بکیں ساغز مست مے و میواہ ہود را یا فتم
میاں احمد قوال کا یہ ہے کہ میں اسی حالت میں سنگھ کے اندر چھا دیکھا تو خواجہ صاحب سے رہا ہوں۔ اور ایک عجب حاکم ہیں مجھے دیکھ کے فرمایا احمد ایہ کو مسادت مہار سے آئے کا ہے میں ڈر گیا اور وائس آئے کا ارادہ کیا۔

آپ نے فرمایا آیا ہے تو ملیٹھ اور وہ کام سا جس عرص سے آیا ہے میاں احمد قوال نے عرص کیا۔ لوہا شہر محمد ماں لے بیٹھا ہے۔ فرمایا اس وقت اس کا ذکر نہ کرو اور فرمایا کچھ سناؤ میں نے عرص کیا احب میں سنگھ کے پاس پہنچا لو ایک بہار دلید ریوڑ سحر آگیاں آوار آہ ہی بھی لیکر چب دروارہ کھولا تو سوائے آپ کے کسی کو نہ پایا نہ کہا راہ اور کیا سرا ہے؟ فرمایا ایک جس پاچہ چھوڑے میرے پاس آتا ہے اس کا اصرار تھا کہ میری چوکی بھی مقبول فرمائی جائے میرے بچے بیٹھا ہوا ہے اگر دیکھا پاتے ہو تو دکھا دوں۔ میاں احمد نے کہا مجھے خوب آتا ہے اور مجھ میں اس کے دیکھنے کی تاب نہیں ہے فرمایا اچھا جاؤ۔ جیسا کہ میں ماہر آیا آپ نے دروارہ بند کر لیا اور فرمایا شاہنشاں میاں کا تلوہ شروع کر دو اور جب تک آپ نے اس سال کا لوکا ارتداد نہ فرمایا۔ گائے کی آوار سا بر آتی رہی

حضرت خواجہ الہ بخش رحمہ اللہ حضرت خواجہ محمد سلیمانؒ کو نسوی کے صاحبزادے کا ذکر ہے کہ دربار لگا ہوا تھا ایک شخص عالم شاہ کو جس کی آواز بہت اچھی تھی ارشاد ہوا کہ کہہ گاؤ۔ اُس نے خواجہ حافظ شیرازی کی ایک غزل گائی جس کا مطلع یہ ہے
ہزار غلہ زماں نے نظر بے باہر دئے بہ زانکہ چتر شاہی ہم عمر ہائے دہائے
آپ نے کئی دفعہ اس شعر کا تکرار فرمایا بعد مئے تھے اور فرماتے تھے سبحان اللہ
کیا عمدہ شعر ہے

حضرت خواجہ الہ بخش ایک دن نماز ظہر کے بعد خود بخود اس شعر کا تکرار بار بار فرماتے تھے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ان کی آنکھوں سے ابھی دریا بے سرشک جاری ہونے والا ہے شہر یہ ہے

مکن تغافل از بریں بیشتر کہ مے ترسم گماں برند کہ ایں بندہ بے خداوند است
ایک رات حضرت خواجہ الہ بخش دم کو لوگوں نے دیکھا کہ روتے تھے اور اس شعر کو بار بار پڑھتے تھے

قرب رویم دارم و بعد بدنی ہچو در حُصْبِ بنی حال اویں قرقی
شیخ ابوسعید ابوالخیر نیشاپوریؒ کے پاس محمد ابوالنصر جلیبی سکنتہ مرو را ورا التمر نے اس سوال کا جواب حاصل کرنے کے لئے ایک قاصد بھیجا کہ آثارِ محمدیہ جو جاتے ہیں
یادیں شیریں نے جواب میں یہ دو شعر لکھوائے

جسم ہر آنکس گشت و چشم بگریت در عشق تو بے جسم ہمہ باید زریست
از من اثر سے ماند و اثر عشق ز پیست چوں من ہمہ معشوق شدم عشق کسیت
جب ابوالنصر نے یہ اشعار پڑھے تو ایک نعرہ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ چھ دن حالت اشتقاق میں رہے اور ساتویں دن انتقال کر گئے۔

ہرات کی جامع مسجد میں ایک مدویش محمد چرگر رہا کرتے تھے عام لوگ ان کے باطن سے لاعلم تھے۔ ایک رات پانی کا لوطا ان سے گر پڑا۔ خادم مسجد نے سمجھا کہ پیشاب لگ گیا تھا شاخ ان کے گردیدہ تھے۔ ان کا انتقال ہم رمضان ۸۱۷ھ کو ہوا ہے۔ نوات الانس

لکھا ہے کہ آپ نے ایک دن بیرباغی پڑھی اور ساتھ ہی آنسو نکل آئے
 آن بہ کہ نظر باشد و گفتار نباشد تا مدعی اندریں دیوار نباشد
 میخوام عشق زمانے وزینے من باشم و او باشد و اعیان باشد

حضرت گیسو دراز در سماع کے متعلق فرماتے ہیں مجلس سماع میں یہ کچھ ضروری
 نہیں ہے کہ ایک ہی شعر پر سارے کے سارے جوش و خروش میں آجائیں۔ یا
 جو جس شعر سے خط اٹھارہا ہے سب کے سب اسی سے محظوظ ہوں۔ بلکہ جوش
 کے دل میں گھر کر جائے وہی اسی کے لئے وجد اور بخودی کا سبب ہو جائے چنانچہ
 ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہمارے والد سمیت سات صوفیوں کے مجمع میں ایک قال نے
 شیخ سعدی کی ایک غزل کے مندرجہ ذیل سات شعر پڑھے۔ اور ہر ایک شعر پر ہر اک
 کو علیحدہ علیحدہ وجد ہوا۔ اور ہر اک نے الگ الگ جوش و خروش ظاہر کیا۔ اشعار
 حسب ذیل ہیں۔

جان نداد و ہر کہ جانانش نیست	تنگ عیش است آنکہ یستایش نیست
ہر کہ صورت نہ بند و سر عشق	صدر تے دارد و لے جانیش نیست
گر دے قاری بجانانش سیار	ضائع آن کشور کہ سلطانش نیست
کامران دل کہ مجھویش ہست	نیک بخت آن سر کہ سالش نیست
عارفان درویش صاحب درد را	بادشاہ خوانند اگر نانیش نیست
ہر کہ ابا ما ہرے سر خوش است	دولتے دارد کہ پایانش نیست
خانہ زندان است و تنہائی ملال	ہر کہ چوں سعدی گشتایش نیست

شیخ ابو عبد اللہ کرمانی کا قاعدہ تھا کہ جب وہ سماع کی حالت میں بہت گرم ہوتے
 تو لوگوں اور خصوصاً نوجوان لڑکوں کے پیراہن پھاڑ ڈالتے اور ان کے سینوں پر اپنا
 سینہ رکھتے جب بغداد میں پہنچے تو خلیفہ وقت کا لڑکا ریاض حسین تھا۔ اس نے یہ بات
 سنا آپ پر بدعتی اور کافر ہونے کا فتویٰ لگایا۔ کہا اگر میری مجلس میں ایسی حرکت کرے
 تو فوراً قتل کرادوں۔ آخر شہزادے کی مجلس بھی گرم ہوئی۔ شیخ وہاں گئے جب سماع

گرم ہواؤں سے جس وحوش کے عالم میں یہ رما بی پڑھی ہے
 سہل است ہزار ہر عمر لودوں دیا ہے مرا دوست نے لودوں
 تو آئندہ کا حوسے را نکستی ماری چو توئی روا کا مری لودوں
 اس رما بی کے سنے سے ملید کے بیٹے کی حالت دگر گوں ہو گئی نے تاب ہو کر اُن
 کے قدموں پر گر پڑا۔ اور ارادت سد دل میں دہل ہو گیا۔

مولانا محمد خیر بن شہرہ عربی شیخ اہلبیسی کے مرید اور شیخ کمال محمدی
 کے معاصر تھے ایک مرتبہ شیخ محمدی نے ایک قصہ کہنا اور جب اس کا تعریف
 چشم اگر ایں اسب و ابرو ایں و مار و عتوہ اس
 الوداع اسے بد و تقویٰ العراق لے متفق و دیں

ملانا کو اس سر سے حاصل شد ہوئی نگہ دیا ایسے طے مرگ کی رماں سے
 ایسا تعریف یکساں ہے جس کے معنی مجاری کا احتمال رکھتے ہوں۔

ایک دفعہ مولانا کے مرتبہ شیخ اہلبیسی نے مجلس گرم کی مولانا کو بھی طلب کیا
 انہوں نے ایک عمل پڑھی جس میں سے چند تعریف دیں ہیں یہ ہے

دیدیم کہ اسما ہمہ حالت و جیالت مراد ایں جواب و جیالات گد شہیم
 ہا ما جس ارکتف و کرامات چہ گوئی چوں مار سرکتف و کرامات گد شہیم
 اسے شیخ اگر حملہ کمالاب تو ایست خوش ماش کریں حملہ کمالاب گد شہیم
 ایسا حقیقت ہے آفات طریق اد مار طلب ار حملہ آفات گد شہیم
 مار پٹے لودے کہ لودہ مستحق انوار ار معرب و کوب و شکوات گد شہیم
 شیخ نے اپنے ماکمال مرید کی اس عملی شرطی خوشنودی طاہر کی کئی سہ مار
 مار پڑھوائے مجلس میں وہ رنگ آگیا کہ لقعہ لودہ معلوم ہوتی تھی۔ ہے و ہوسے لودہ
 ملندہ ہوتے تھے۔ اور عناصر میں پراگم و حد ساطاری تھا۔

مولانا نے عمر ۶ سال کے میں وفات پائی
 مولانا و دم توں ملع و مرا میر کے مائق تھے شعر انتعار نو ایک طرف دم اگر

ٹوہوگ کی صدا بھی سن پاتے تھے تو مستی کے عالم میں آ جاتے تھے۔ اُن کا دیوان اگر تمام و کمال نہیں تو اس کا بہت بڑا حصہ حالت سماع ہی میں لکھا گیا ہے۔ وجد تو ان کے نزدیک معولی بات تھی جب وہ دل میں پُچھ جانے والا کوئی شعر سنتے یا خود ہی پڑھتے تو اچھلنے کودنے اور رقص کرنے اور چرخ کھایا کرتے تھے۔ اور اس حالت میں غزلوں کی غزلیں مرتب ہو جاتیں۔ خلفا اور عقیدہ مند بیٹھے رہتے تھے اور جب کچھ ارشاد ہوتا تھا تو لکھ دیتے تھے۔ آپ سے کسی ستر پوچھا وجد کیا چیز ہے۔ فرمایا وجد روح کی بیقراری ہے جو غلبہ شوق کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اور جن لوگوں نے آپ کے سوانحیات عمر کا مطالعہ کیا ہے۔ وہ اس بات کی شہادت دے سکتے ہیں کہ آپ کی روح غلبہ شوق کی وجہ سے ہر وقت بے قرار رہا کرتی تھی۔

حاجی بیگناش خراسانی باوجود عارف اور روح شناسیہ ہونے کے مولانا کی متابعت نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ان کے حال و قال کے خلاف تھے۔ انہوں نے اپنے نقیب بابا اسحاق اور چند مریدوں کو مولانا کی خدمت میں یہ پیغام دے کر بھیجا تم کیا کر رہے ہو کیا مطلب کرتے ہو۔ اور یہ خوفناک نام ایک عالم میں کیوں ڈال رکھا ہے۔ اگر تمہارا مطلب حاصل ہو گیا ہے تو خاموش رہو۔ اور اگر مدعا حاصل نہیں ہوا تو یہ کیا ہنگامہ ہے۔ تم نے بہت لوگوں کے کاروبار بند کر دیئے ہیں۔ جس وقت بابا اسحاق حاجی خراسانی کا پیام لے کر آئے مولانا سماع میں تھے۔ ابھی انہوں نے کوئی واقعہ بیان نہیں کیا تھا کہ سماع شروع ہوا اور مولانا نے عالم بیخودی میں یہ رباعی پڑھی ہے

اگر تو یارِ ندامی چو اطلبِ نجی و گر یارِ رسیدی چو اطلبِ نجی

بگاہی بنیشنی کہ ایں عجبِ کاریست عجب توئی کہ ہوا سچا عجبِ نجی

بابا اسحاق اور حاجی بیگناش کے مرید یہ رباعی سن کر نعرے مارتے تھے اور بے خود و بے ہوش ہو ہو جاتے تھے۔ آخر بغیر ادائے مطلب واپس چلے گئے۔ اور حاجی خراسانی معہ اپنے مریدوں کے مولانا نے معتقدوں میں داخل ہو گئے۔

ایک دفعہ مجلس گرم تھی سماع زور شور سے ہو رہا تھا۔ اور مولانا حالت رقص و

وعد میں عمل کئے جاتے تھے جس کے بعد شعر لکھے جاتے ہیں یہ
 اگر حریف میں قس سج کہ دوش نہ خود نیایں ہیں دل و آں یا نہ میروش چہ خود
 جو کہ بچم نہ یہ سی حال ناہد و شش مرا کھو کہ در آں حلقہائے گوش چہ خود
 اگر دیکھے و ناگہر رارسے ستوی نگار سار آں مطلق موش چہ خود
 معین الدین میر و نہ معہ امرا کے مجلس میں حاضر تھا وہ ایک ایک شعر پڑھتا تھا۔
 اور خطہ دعائی حاصل کرتا تھا مناسب ماریں میں لکھا ہے کہ وہ ایسا جو پڑھا
 کہ محال کلام نہ رہی او وہاں کے رخصت ہو کر چلا گیا ملک گنجی ماقول مولانا کا حدیث
 زیادہ ادب و احترام کرتی تھیں ایک مرتبہ ان کو قیصر نے عمار پڑا عین الدولہ مشہور
 لعاق کو مولانا کی تصویر اتارے کا حکم دیا تاکہ سفر میں اس سے تسکین خاطر ہو۔ وہ
 حاضر ہوا۔ مولانا نے فرمایا تصویر کھینچ سکتے ہو تو کھینچ لو مولانا کھینچے ہو گئے اس
 نے تصویر سانی شروع کی لیکن جب صورت ملائی تو میں آسمان کا فرق نکلا۔ پھر
 تصویر سانی بھر دی حال میں ہر مرتبہ کوشش کی لیکن ہر مرتبہ دوسری ہی شکل
 نظر آتی تھی آخر حیرت سے اس کے نہ سے چہ کل گئی قلم پھینک دیا۔ اور مولانا کے
 قدموں پر گر پڑا مولانا نے کہا یوں ہیں سماع کا حکم ہوا۔ او خود یہ عمل پڑھیں
 شروع کی یہ

آہ جیہ لے رنگ و تے نشان کہ مہم کہ نہ بی می مرا چہاں کہ مہم
 گنتی اسرار در میان آورد کو سال ادریں میان کہ مہم
 کے شود این رواں میں ساگی این چہیں ساکن رواں کہ مہم
 عزم عزد گشت ہم در حلیس لواعجب عجز یکہ آں کہ مہم
 میں الدولہ جو پہلے مختصر مصلحت روایا تھا اور ایک ایک مصرع پر نعرے مارتا تھا۔
 ایک دفعہ معین الدین پر فائدہ کے ہاں سماع کا جلسہ تھا مولانا اسی طرح صدر الدین
 کے علاوہ بہت لوگ موجود تھے حالت شہادت میں اس طرح صدر الدین نے بے خود ہو
 کر یہ رباعی پڑھی یہ

بے توجہ از آیت منزل کہ کند مافوق بیچ را معتدل کہ کند
ہر نکتہ کہ در شیوہ تحقیق افتد اسے کا نصف اسرار کچھ حل کہ کند
شیخ صدر الدین چک کہاکہ کر یہ رہا بی پڑھتے تھے۔ اپنا منہ مولانا کے قدموں پر ملتے تھے۔

اور روتے تھے۔ ایک دن مدرسہ میں سماع تھا اور یہ غزل پڑھی جا رہی تھی ہے

چناں گشتم ز مستی و خرابی کہ خاکی را نمید اغم ز آبی

دریں خانہ نمے داغم کسے را تو ہشیاری بیا۔ باشد بیابی

ہمیں داغم کہ مجلس تو ہر پاست نمے داغم شد الی یا کبابی

مولانا کو اس قدر وجد ہوا کہ سب کپڑے قوالوں کو دیدیئے۔ اور قفس کرنا شروع کر دیا۔ ناگاہ آواز کی گرہ کھل گئی۔ حسام الدین چلی نے دوڑ کر گودی میں لے لیا۔ اور جبا پہنا دی۔ مناقب العارفین میں لکھا ہے کہ مولانا کو تین دن تک استغراق رہا۔

جب مولانا کو شمس الدین تبریزی کے شہید ہونے کی خبر پہنچی۔ نہایت رنج کبا خدا بھی مودت تھے انہوں نے بھی بہت قلق ظاہر کیا۔ مولانا نے حکم دیا قوال! ادا وہ آئے او یہ غزل شروع ہوئی ہے

قد غم گر چشم سر بگجیستی روز و شبہا تا سحر بگجیستی

شمن تبریزی برفت و کو کسے تا بروں فخر البشر بگجیستی

مولانا اور آپ کے خدا بہت روئے۔ یہاں تک کہ دامن اشکوں سے نہ ہو گئے ایک روز مولانا شدت جوش میں زرگوں رورق سازوں کی دکان کے پاس سے آئے ہتھوڑوں کی آواز نے آپ کے دل میں اک آگ سی لگا دی اور آپ وہاں قفس کرنے لگے۔ اندر سے شیخ صلاح الدین زرکوب جو مولانا کے باخلاص اور کامل ترین مریدوں میں سے تھے۔ باہر نکلے۔ اور آپ کی حالت دیکھ کر قدموں پر گر پڑے۔ اور اپنے آدمیوں سے کہا خبردار ہتھوڑوں کا ہاتھ نہ رکے خواہ تمام سہ اربہ ریزہ ہو جائے۔ اتفاق سے قوال بھی آ گئے۔ انہوں نے ساز چھڑا اور مولانا نے اپنا سورا س غزل کے ذریعہ ظاہر کیا ہے

یہ گئے مدد آمد درآں دکان زر گولی رہنمہد رہے رہے ہے عونی پستی
ماہر حال و حال کی مجلس گرم تھی مارا رہ گیا اور رسد رہ ہو گیا تھا اور اندر
یہ کہتے تھے کہ اودھو اس در چوٹیں پڑنے کے سوا اور بھی حساب نہیں ہوا تھا ملک
ہر طرف سہری دروں کا ڈھیر لگ گیا تھا یہ تیر صلح الدین نے نہ حال دیکھ
کر کیرے بھاڑ ڈالے ساری دکانوں اور روٹوں میں لگا دی مارا اس دل سے
بھر دوکان پر سے بیٹھے اور اپنے آخری دم (یعنی اس واقعہ سے دس سال بعد)
ماک مولانا کے حضور میں رہے

مولانا کے انتقال کے بعد مولانا شرف الدین کے اسناد قاضی سراج الدین
اک دن مولانا کی قبر پر گئے اور مدد جبہ دینے سے

کاس آں رور کہ دریائے توش جاہل دست گیتی بر سے بیج ہلاکم سر سر
ما دین رور جہاں سے تو مدیشے چتیم این ہم سر سر خاک تو کہ حاکم سر سر
مولانا شرف الدین کا ساں ہے کہ ان معروں کا رماں سے بکلا سبھا کہ
آسوؤں نے تار ما مدد ما ہار مار پڑھے تھے اور جس کھا کھا کر پڑے تھے
مولانا حبل غزل ہوئے اور عدم کو مریں کی طوالت سے حب جوف و امیگر
ہوئا کو کھا آپ عام جہاں کی جاں ہیں اللہ تعالیٰ خدا آپ کو سفا عطا کرے
مولانا سے مرما مات تھا تمہیں مبارک رہے معنوق اور عاشق کے دریاں صرف
مال ہمار کا پردہ رہ گیا ہے سہرا یک غزل شروع کی جس کا مطلع یہ ہے

صافی تو کہ در ماطل جہاں ہم متین دارم درج زینیں میں سگ کہ ہائے آپس دارم
شیخ صدر الدین قولوی معہ علماء اور درویشوں کی ایک جماعت کے حاضر تھے
مسائب العار میں لکھا ہے کہ شیخ اس غزل پر اپنے ساتھیوں سمیت روتے
تھے کڑے بھاڑتے تھے اور مرید و راری کرے تھے

انتقال کے دن مولانا کی غمب حالت تھی ہانی کے ایک ملت میں پاؤں
درا کر لئے سہرا اس ملت سے پانی لے کر اپنے سہرا پر پڑتے تھے۔ اور یہ

اشعار پر طعنتیں

دوست یک جام پُر از سرِ آورد و پیش
 بہ دروں بفلکیم بہ بدن تریر زمین
 ایں دو خانست دو منزل پختین لاکت
 صاحب منافق العارفین لکھتے ہیں کہ ان اشعار پر آپ کے سب اصحاب چغیں مار مار کر روتے تھے۔

مولانا کے سچے پیسویوں تک بادشاہ اور وزیر بے نے سوگ منایا۔ امرا فقرا و دُور
عس کرتے اور محالیت و جہد و سماع میں اپنے غم و الم کا اظہار کرتے تھے۔ صاحب
مناقب العارفین لکھتے ہیں اسی زمانہ میں ایک درویش کہ نہ کسی مجلس میں جاتا تھا
اور نہ کہیں ٹھہرتا تھا یہ رہ باغی رہ و رو کر پڑھا کرتا تھا۔ اور اوروں کو رُلا کر تا تھا کہ
اے خاکِ نرود در دل سے اُم گفت کامروز اجل در توجہ گوہر نہ ہفت
وام دل عالمے فتادت در دام دلینہ خلافتی در آغوش تو خفت
سلطان العارفین حضرت امیر عارف ایک دفعہ مسعودیگ کے جلسہ سماع
میں گئے۔ جس میں بڑے بڑے علما اور مشائخ بھی موجود تھے۔ ان میں ایک ترک
شیخ بھی تھا جس پر ترکوں کو بہت اعتقاد تھا وہ آیا اور بغیر کسی سے سلام علیک
کے بے باقاعدہ میں جا کر بیٹھ گیا سماع شروع ہوا۔ حضرت امیر عارف کو جنبش ہوئی
جنبش سے وجہ اور وجہ سے وہ حالت ہو گئی کہ ترک شیخ کا گریباں کھینچتے تھے۔ اور
یہ رہ باغی پڑھتے تھے

عشاق قدم پودره نیست نهند از هستی بغیر دوست کلی برهند

۱۔ مولانا جمال الدین روم کا انتقال ۵۰۰ ہجری القامی ۱۱۰۰ء کو ہفتہ کے دن غر و آفتاب کیوقت ہوا۔
۲۔ حضرت امیر مارف حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ کے پوتے اور حضرت سلطان ولہ کے سائبر لڑے۔
۳۔ ولہ نے ۹۰ سال کی عمر میں ۹۰۰ ہجری میں وفات پائی۔ حضرت سلطان ولہ آپ کے والد نے
آپ کی نسبت فرمایا ہے کہ میرا مارف دیوانے و لایت ہے اور والد ماجد یعنی مولانا رومؒ کے نور سے مالا مال ہے۔

ریں رہی تھی
مالی کردہ و عاشقانہ محبت
علما اور مشائخ پر بھی رقب کا عالم ہی تھا۔ سرک شیعہ کا گریباں بھوڑا وہ مہوس ہو
کر کرپا مہد سے کف جادو ہو گیا۔ دور و راسی حالت میں رہا اور میرے دس مالی کردہ
و عاشقانہ محبت کا مصداق ہو گیا۔

مولانا علاء الدین مالوی ایک جامع فنون الفصائل بزرگ گذرے ہیں۔ انہوں
نے ایک دس سماع کی مجلس گرم کی۔ حضرت امیر عارف و بھی ایک ایک ایسی حلویت گاہ
سے آنکھیں اور یہ رمانی پٹری

آہا کہ بر آسمان دولت ماہد رتختہ تضرع ملامت ساہد
و آہا کہ بر سر این سخن آگاہد نگزدہ حلق اند و ر راہد
س رمانی لے سماع کی کیفیت ہی کچھ اور گردی حضرت عارف لے ایسا لغو مارا کہ
سے لے خود مونگئے مساقب انعام میں لکھا ہے کہ ان کے حرس کی آوارہ تہر
کی کتب کی طرح معلوم ہوتی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ رمانی ٹری بھی گئی ہے

آما کہ دین راہ — — — اندر نظر اہل صفائیں اند
دوسرا متفقان اگر سب آئی دوسرے تو آیت سر مولد
مکان کے پیچھے دیا سنا تھا۔ ان اسعار سے دل پر وہ چوٹ لگی کہ عالم اصطر اس
درجہ سے دیبا میں کود پڑے۔ مولانا غلام الدین اور سید حسام الدین کی لے بھی ساتھ
دیا تھا کی قدر سے کسی کو کوئی نقصان نہ پہنچا بلکہ حضرت امیر نے فرمایا ہم لوگ
کوں آئے۔ مولانا کو یہ لوگ دریا سے ماہر لائے۔ مولانا نے ماہر آکر حکم دیا کہ
سماع بھر سرور ہو اور اس عمل کی قوالوں کو فراتس کی ہے

سور لیم سودا و حول را در آسمان مہم موح حول را
سرا صاف سلطان را بر مرم سحر انایم عقل دو فنون را
مہ لہے مارے۔ مہ لہے تڑپ لے آخر در دوستی سماع سد کر لایا گیا اور جسے حال آپ
سے مل کر انہیں مصرع نام ہی۔ سے ملے اصل نام۔ ہی طرح دیکھا ہے۔

کو سکون حاصل ہوا

حضرت امیر عارف نے یارانِ دلوں کو ایسے وصال کی پہلے ہی خبر دیدی تھی۔ ایک دن فرمایا۔ حضرت مولانا رومؒ خواب میں تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں۔ اب تمہارا قیام کی مدت پوری ہو گئی ہے معلوم ہوتا ہے اب ہمارے کوچ کے دن نزدیک ہیں اسی دن طبیعت کی بے قراری سے اپنے بعض اصحاب کے ساتھ باہر ٹہلنے کے لئے نکل گئے۔ سیر کرتے تھے اور ایک نزل جس کے دو منفر لکھے جاتے ہیں پڑھتے جاتے تھے۔ ہر نفس آواز عشق میرزا زچپ و راست مابغلاک میر ویم عزم تماشا کراست مابغلاک بودہ ایم یار ملک بودہ ایم نازہاں جاویدیم جملہ کہ آن شہر راست حضرت خود بھی روتے تھے غم سے مارتے تھے اور ان کے اصحاب بھی گریہ و زاری میں مشغول تھے۔ طبیعت کو جب زیادہ بے چلنی ہوئی تو حضرت مولانا رومؒ کی تربت پر گئے۔ صبح شروع کرایا اور جب یہ رباعی پڑھی گئی سے

دروغے دل آرام بسر باید رفت وز ہستی خویشین بدر باید رفت

گستاخ نہ باید بر آں سر رفت با چہرہ زرد و چشم تر باید رفت

صاحب مناقب العارفین لکھتے ہیں کہ اس رباعی پر اس قدر شور و فریاد کی کہ احاطہ تحریر سے باہر ہے اصحاب بھی فریاد و فغان ظاہر کرتے اور غم سے قیامت برپا کر رہے تھے۔ اس واقعہ سے بچیں دن کے بعد آج واصل بحق ہو گئے۔

۲۴ ذی الحجہ ۱۰۱۵ھ مطابق ۱۰ مارچ ۱۶۰۶ء کو دہلی کے سرکاری قوالوں

کی ایک جماعت مجلس شاہ شہنشاہ جہانگیر کے دربار میں سرود گاتی تھی۔ حضرت امیر خسرو کے اس تہنیر پر ہے

ہر قوم راست رہے دینی و قبلہ گاہے من قبلہ راست کردم برست کج کلاہے

سیدی خاں (ایک دیباری امیر) وجد کر رہا تھا۔ بادشاہ نے ماعلیٰ احمد مہر کن سے پوچھا اس شعر کی اصلیت کیلئے۔ اس نے عرض کیا۔ حضرت شیخ نظام الدین اولیا گوشتہ سر پہ کلاہ کج رکھے ملود درباے حننا کے کنارے ایک کوٹھے پر بیٹھے ہوئے ہندوؤں

کے طریق عادت و پریشانی کو ملاحظہ فرما رہے تھے۔ حضرت امیر تیسروں کی حاضرت سے حضرت سلطان الشارح محبوب الہی نظام الدین اولیاء نے مصباح فقہ

پر دم اسب راہے دیی و ملہ گا ہے

پڑھ کر ماما دیکھتے ہو وہ لوگ کیا کر رہے ہیں امیر خسرو نے ملا مال غریب کسا فقہ

میں قد راست کر دم مرست رک کلا ہے

یہ مسرع سے ہی ملا علی احمد کے بدل میں آگ لگ گئی و ستہ آنا اور صبح کلاہ سمب رک کلاہ کہتا ہوا اصل حق ہو گیا، ماوتاہ کی طست مراں واقعہ غیب سے ہوتے ملے اتر پرا

حضرت شیخ شرف الدین لوطی تلمذ رہا بی بی کے محبوب مرغوب تہرادہ مبارک سال اس سلطان عیال الدین نے ماوتاہ دہلی کو ایک دوحی سپاہی لے جنگ میں اکہا دیکھ کر قید و نظربند کر لیا۔ شیخ کو تیسروں کی دل کی رہائی سے سپاہی کے مکاں کے پاس جا پہنچے اور ایک غزل کمال میٹھاری کے ساتھ پڑھے گئے جس کے چار شعر دہلی میں درج ہیں۔

عرب اچھم مسم رو سے تو دیباں بدم	گوئی راہبر حدت تو سیدیں بدم
گر کیا نیک محبوب کہ حامی نہ مرد	ماہیم روح نورج دمیوں بدم
گر مائے مرموئے دو عالم نہ ہمد	یعلم اللہ کہ سرموئے تو دہل بدم
گر دام دل میں آئے آں سقا ماہ	گر چہ ہمد عمل کد ماہ پر دہل بدم

سپاہی سمب رک فہم مہا اور عزم ماخرم کر چکا تھا کہ شاہراہ کو حضرت شیخ کے حوالے نہیں کر دیتا لیکن حضرت شیخ کے لئے تاناہ اور دو ماگ اتھارے اس کے دل میں تڑپ پیدا کر دی۔ اور نے خود ہو کر اس لئے شاہراہ کو آرا کر دیا۔

حضرت قلندر حبیبیام گاہ پر تشریف لے گئے تو العاق سے ایک حوال موحود تھا اس نے آپ کو اس طرح فرماں دے گا دیکھ کہ اتھارے گائے

اگر ہمیں شبے ناگہ من آں سلطانِ باں را
سرے در پائے سے آرم خدا ز من باں را
بہم از رویاری کہ جاناں چوں نہ آخر
کجائی کہتہ نیم دو چشمست غلطاں را
کچھ آواز کی شیرینی۔ کچھ اشعار حسب حال۔ اور سب سے بڑھ کر دل میں درد۔ اس اتحاد
نشانہ سے وہ ذوق و شوق ہوا کہ بقیار ہو کر وجد کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب
آفاقہ ہوا تو قال کو اس خوشی میں اپنی خاص سواری کا گھوڑا بطور انعام عطا فرما دیا۔

حضرت شہنشاہ شکل کتا خواجہ خواجگان سب نقشبند بخاری رہ فرماتے ہیں ابتدائے
حال میں قریباً چھ ماہ تک عالم باطن سے مجھے فیض نہ پہنچا۔ خدا کی جناب سے ناامید تو
نہ ہوا۔ لیکن عنایاتِ الہی کے دروازے بند دیکھ کر دل کچھ پڑ مردہ سا ہو گیا۔ اسی حال
میں ایک مسجد کی طرف گذرا ہوا جس کے دروازہ پر شیر لکھا ہوا تھا۔

ایہ دست بیا کہ سائر ایم
بیگانہ مشکو کہ آستنائیم
یہ شعر پڑھتے ہی میرے دل کی عجیب کیفیت ہوئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شعر پڑھنے
والا میرے سامنے کھڑا ہے۔ کچھ معانی و معرفت کے تمام دروازے خود بخود کھل گئے
ایک نامعلوم سرور تھا۔ جو کیفیت و وجد میں لارہ تھا۔ دل کی تمام سنگی کشادگی سے بدل گئی
اور ساری یزید کی جاتی رہی۔

حضرت خواجہ علاؤ الدین قادس سرہ ایک مرتبہ بخارا میں قیام پذیر تھے۔ روایت
حق سبحانہ کے معاملہ میں بحث تھی۔ چند علما خلافت تھے۔ اور جب موافق آخر فریقین نے
آپ کو حکم مقرر کیا۔ آپ نے منکران روایت سے فرمایا تم تین دن متواتر میرے پاس
آئے رہو۔ میں آخری دن اپنا فیصلہ تم کو سنا دوں گا و جماعت دو دن برابر آتی رہی
ادان کے حکم کے مطابق بالظہار تک بیٹھتی رہی۔ تیسرے دن جب منکرین کی جماعت
آئی۔ تو خواجہ عطار جلال میں آئے۔ نگاہیں زد گئی۔ آنکھوں سے خون برسنے لگا۔
اور اس شعر کو یہ زور اور بآواز بلند پڑھنا شروع کیا۔

ملہ ردا و داد حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند شکل کتا۔ آپ کی وفات سنہ ۷۸۶ھ ۱۲ رجب کو ہوئی
مزار و جینا میں واقع ہے۔

کوئی آنکھ کو دیت مدد بھی کیا رسد مرکب ہریت، تن صفا کہ ہم نہیں
 رتحات میں لکھا ہے کہ سرس کی محسوسات ہر گئی بند ہو کر ہیں، ہوتے تھے
 اراکوں کو ہاتھ کر دیت حق حق کے لئے لکھے تھے۔

حاجہ محمد یاسین صاحب مدظلہ العالی عطا فرمایا میری محنت اور لگنات
فرمایا کرتے تھے حاجہ محمد سار جانتے ہیں کہ حب آپ کے انتقال کا وقت قریب
یکستار دعا کے بغیر خلق کے ملا ہماریت دوق توفیق اور حمد و
لہار ریہ شریاں سار کہہ رہے تھے ۵

ایستائیم عشت آتش سے متطہروں آتش الہی سے
سترۂ کبر کے تلافی منہ میں حضرت علیؑ کا شمعِ انوار لیں ایسا
کاغز تھا جس پر سب کی تباہی ہوئی تھی یہاں تک کہ وہ تو لوگوں نے دیکھا
آتشِ کدو وحدت ہے آپ کی مدد دیلے گا

مست شہزاد غرور گس ادیکش الت را
نشدو چو دلف تو سب مد شکست را
در صحن ما مفاقت حق پرست را
محتر تارکین پیاچشم سیاه مست را
الذکر اس وقت کے عالم دنیاں مشکل عمر میں آسکتا ہے تمام عمل میں ہے ا
محتر کا موہ فایم تھا اور یک ایک تعریہ حالت دوت و شوق میں چاروں طرف
سے موتی کے لعل ملے ہوئے تھے عالم میں کسی کو اپنے حال کا
حسد نہ تھی اور حضرت مست شاہ جو دودھ و کیسیب کا ایک بیج اور اصلی نمونہ دکھا
رہے تھے (لاحظہ ہوا حاکم نگاہ بہد لا ہو مورخہ ۹۹۹ شمیر ۱۸۶۷ء)

حضرت مجدد الف ثانیؒ پر احمد سرہندیؒ اور کے معلن حضرت خواجہ محمد ہامؒ
 میں تھے ہیں کہ آپ جب مولوی حسن کشمیری کی وساطت سے حضرت خواجہ باقی بانسہدیں
 کی خدمت میں بمقام دہلی رشتہ میں پہنچے۔ تو یہ شعر اکثر آپ کے ورد زبان ہوتا تھا
 ازیں نور سے کہ از نور بر دلم تافت یقیں دانم کہ آخر خواہست یافت
 چنانچہ تھوڑی ہی مدت میں آپ درجہ کمال کو پہنچ گئے
 میاں خواجہ بخش قوال سکندر بیلی سمیت حضرت ملا شیخ شاہ محمد شیر علی کا درباری قوال
 تھا مجلس سنا گرم تھی۔ یہ غزل پڑھی گئی تھی

ریدہ لبریزم سراپا انتظار کیستم شوق دیدار بیکہ دارم بے قرار کیستم
 لبتہ آں خال شکنیں بستہ زلف سیاہ گرسلمان نیمتم زنا روا کیستم
 بیکہ کیستم نے دلوں کو تڑپا دیا۔ اور اہل مجلس کے خرمین صبر و قرار پر ایک عجلی گرا
 ی۔ اللہ ہو کے نعرے بلند ہوتے تھے۔ اور ان دلوں کو گرما اور تڑپا جاتے تھے جنہیں
 تمام ازل نے سوز و گماز کی کچھ تقسیم کی ہے۔

شیخ ابوسعید ابوالخیر اپنے پیر طریقت شیخ ابوالفضل بن حسن سرشی کے مزار پر ایک
 مرتبہ گئے۔ ایک جماعت ساتھ تھی، شرع صدر نے تنائی خاطر کو خود کے حالت متغیر کر
 دی۔ قوال بھی ساتھ تھا۔ اس نے جب یہ شعر پڑھا ہے

این بامعدن مجدد کرم قبلہ ماروے یار و قبلہ ہر کس حرم
 تو شیخ ابوسعید نے ایک نعرہ مارا۔ لوگوں نے ان کے ہاتھ پکڑ لئے۔ وہ قبر کے گرد طواف
 کرتے تھے۔ اور نعرے لگاتے تھے۔ درویشوں کی بھی یہی کیفیت تھی۔ سر دبا بر سر خاک
 میں لوٹتے تھے۔

حضرت شیخ عبد العزیز خلیف اکبر سلطان التا کہین شیخ حمید الدین صوفی صاحبان
 ذوق شریع سے تھے۔ جوانی کی حالت میں سماع کے جوش میں اتقال فرمایا۔ جس کی
 کیفیت یہ ہے کہ کسی کے ہاں سماع تھا۔ آپ بھی مجلس میں تھے۔ قوالوں نے
 ایچٹے ٹالماض اور صاحب ل تھے۔ ہفتیوں تک کو کو ۸ سال ۱۱۰ کی عمر میں انتقال فرمائے تھے۔

ایک نعل شہزاد کی جب اس شعر پر پہنچے۔
 نعل عالمی بندہ و حال بندہ و حال بندہ۔
 نایبہ اگر گشت لب مار چست
 کیا یہ شعر سکر بڑپ لٹھے پندہ آکار سے ایک آہ کی اور حال حق تسلیم ہو گئے
 ساہنچہ یونس صاحب سیاروی چوای کتاب بیروت ماہی حلد دوم میں تحریر فرمائیے
 جس ایک دن مجلس حال و قاتل گرم تھی انہیں مجلس سے وصال میلہ پر بھیجا ہوا تھا آجکل
 سے آسوسے اختیار عاری تھے۔ او دل و حشمت ہر لے قاری میں مسرت تھا میں
 ہی سود سار میں تھا کہ ہنگامہ مطرووں سے واسطہ شیرازی کی یہ عزت شہزاد کی سے
 اسے لیسیم بحر آرام کہ یار کھا اسب۔ ہر لے آں میرہ سائق شش و مہیار کھا سب
 اس نعل کے پستے سے لے تالی کمال تک پہنچ گئی مطرب ہم آ رہے گایے تھے
 لیکن دل ہی پاشا تھا کہ لہہ اسکی سے پڑھیں اور تواتر پڑھیں احمد میں نے ماہ و مہر
 ہر کہ تو انوں کے پاس عاٹھا پڑھ سے جلے سے اور چہ پر چو ہی وستی کے دیوار سے
 کھلتے مانتے تھے مجلس کے سرعاب ہوئے کے بعد یونہی قاتل کو بدن کا اک کھا
 دے پائی گیا۔
 اک دل تو انوں نے تواتر دو ان کے ساتھ نعل گالی شہزاد کی سے
 مسم ارادہ ستماہ ہمدور۔ سلیقہ ماریت عاٹہ ہمدور
 دیاں شاہنچہ یونس صاحب اور شاہ محمد یونس صاحب سیاروی مجلس میں موجود تھے
 اس شعر کے سنتے ہی دل میرود و سیم میاں لہاں حدایا کی حالت ہو گئی جہاں میرار
 اندھی میں لکھا ہے کہ شاہ محمد یونس اکل لے قاتل ہو گئے اور میاں صاحب بھی عالم و قاتل
 میں آکر لہرہ پر لہرہ مارتے اور چو کہ کریں پر لٹھتے تھے۔
 ایک مرتبہ صرب جو احیہ نظام الدین اور لہارہ کے نام سے شیعہ عثمانیوں کے کٹر
 تھے انہوں نے عزم کیا تو ان حاضر میں اگر لڑتیا ہو تو وہ ایک شہزاد کی کریں آپت ہی
 حارث دی جوالیوں نے نعل شہزاد کی اس کے پہلی ہی شعر سے
 ہزار می اگر برس آید آساں اہست۔ کہ دوستی وادارت ہزار چہد اں اہست

میں حسرت فاجہ پر حالت طاری ہو گئی۔ شیخ عثمان سیلح اور کل حاضرین مجلس پر
ایک خاص اثر ہوا۔ سب کے سب حالت تحیر میں گھرے ہو گئے۔ چاشت سے لیکر
شام کی نماز تک یہی حال رہا۔

حدیقۃ الاولیاء میں شیخ فیض بخش چشتی صابری لاہوری کے ذکر میں لکھا ہے کہ
وہ بڑے صاحب حال و قال تھے۔ وجد و سماع ذوق و شوق تجرید و تفرید کے مالک
تھے۔ جب حضرت کی وفات کے دن قریب آئے۔ نہایت محرقہ کی بیماری لاحق ہوئی
چند روز اسی حالت میں گزر گئے۔ جب آخری وقت قریب آیا۔ قوالوں کو بلایا چنانچہ
حافظ قادری بخش مدح خوان حاضر ہوا۔ اُس کو اشارہ کیا کہ کوئی نعت آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی شان میں پڑھو۔ اُس نے ایک غزل کے یہ دو شعر پڑھے

منم خاک در کوئے محمدؐ اسیر حلقہ موئے محمدؐ
قتیل نوک شمشیر نگاہش شہید تیغ آبروئے محمدؐ

پڑھے تھے کہ حسرت وجد میں آ گئے۔ جسم پر لرزہ ظاہر ہوا۔ تمام بدن عرق عرق ہو
گیا۔ آخر اسی جوش و خروش میں وفات پا گئے۔ تاریخ وفات ۱۲۸۶ھ رجب ۱۲۸۶ھ
ہے۔ عزرا لاہوری میں ہے مگر معلوم نہیں کہاں ہے۔

ایران کے مشہور شاعر رودکی کا قصہ مشہور ہے کہ امیر نصیر بن احمد سامانی نے
جب خراسان کو فتح کیا۔ اور ہرات کی فرحت بخش آب و ہوا اُس کو پسند آئی تو اُس
نے وہیں مقام لے دیا۔ اور بخارا جو سامانیوں کا اصل تخت گاہ تھا۔ اس کے دل سے
فراموش ہو گیا۔ لشکر کے سردار اور اعیان اُمراء جو بخارا میں عالی شان عمارتیں اور
عقدہ باغات رکھتے تھے۔ ہرات میں رہتے۔ بہتے آگیا گئے۔ اور اہل ہرات بھی سپہاء
کے زیادہ ٹھہرے۔ ان سے گھبرا گئے۔ سب نے اُستاد ابو الحسن رودکی سے یہ درخواست
کی کہ کسی طرح امیر کو بخارا کی طرف مراجعت کرنے کی ترغیب دے۔ رودکی نے ایک
تہذیب لکھا اور جب دشاہ راگ، رنگ کے جلسوں میں جو مہر یا تھا۔ اس کے سامنے پڑھا

لے مصنف مملوئی غنی غلام سرور لاہوری (م)

اس قصیدہ نے اس کے دل پر ایسا اثر کیا کہ جی حنائی محفل میں اس کی وقت اٹھ کر
 بنوا اور نصیر مورہ سے گھڑی سے پر سوار ہو کر کچ لنگر کے سحر کو روانہ ہو گیا اور
 دس کوں پر جا کر پہلی منزل کی رخصت ہو گیا۔ اس نے مہرب چہدا شعار ہی
 کیے مائے میں سے

لے سے مار مہرباں آید ہے یاد جوئے مولیاں آید ہے
 ریک آموے ورتے اور پلے مار اپریاں آید ہے
 آب حیروں و شکر میہائے آد دیش ارا تاہیاں آید ہے
 سے عمارتاد ماش و شادری شاہ سوہب میہاں آید ہے
 شاہ ماہ است و عمارا آسمان ماہ سوئے آسمان آید ہے

شاہ سراسر اسو عمارا لوستاں

سرو سوئے یو شاں آید ہے

۱۸ جمادی الاول ۱۲۱۹ء مطابق ۱۹ مئی ۱۸۰۴ء کو سہرام میں شاہ رگس الدیہ کے
 عرس کی تقریب پر عمارات الدیہ صاحب نے سراج کا بڑے پیار پر اہتمام کیا اور
 نے مجلس کو خوب گرایا شروع سے اخیر تک حاضرین مجلس پر یکساں کیفیت طاری
 رہی حساب رگس بھی وہاں موجود تھے جب قوالوں نے اُن کی یہ غزل گائی تھی

ہر کہ بکار نہ تو کرد و بھرت آد اے سم ملو تو ہوش بڑے میم
 حل عشاق مگر متہ سوسلیم و روتی تو لے یار و اسے مم
 یای مرے بچا دے نکاحے دیا میں ترا اگر گرم مکر مہاے میم
 چوں نہ مجھ سے بڑے رتوں ایماں ماکھ دے روئے تہا و دے میم

وہ دول باوٹ ارار نو دے رگس

یک مہریت داروئے تعافے میم

زل کے ایک ایک مہر پر حاضرین مجلس کے علاوہ خود حضرت رگس یہ غزل کہیں

حکومت مدیوہ الہی صلی اللہ علیہ وسلم سال ۱۲۱۹ء چہدا شعار ۱۹ جولائی ۱۸۰۴ء

طاری تھی غرض یہ ایک عالم تھا۔ جس کو عالم وجد کہتے ہیں۔ ایک کیفیت تھی۔ جو
جہاں سے جہاں میں لاسی تھی لوگ بھوستے تھے۔ اور ہوش سے ایک کپکپا دینے
والی حالت پیدا کر رہے تھے

مقام کڑا مانگیوہ زندہ آباد مجلس سماع منعقد تھی۔ توانی برسے زور شور سے
ہو رہی تھی۔ محفل کا رنگ خوب بجا ہوا تھا۔ نوال بہ غزل گارہے تھے

مارا بغیر کشت و قضا را بہانہ ساخت خود سے ماندید و جبارا بہانہ ساخت
لوگ مست و محو ہو رہے تھے کہ ایک فقیر بھٹی لنگوٹی باندھے محفل میں گھس آیا
اور ایک در و بھری مگر بلند آواز سے یہ نعرہ لگایا

خود در میاں در آمد و مارا بہانہ ساخت

اہل مجلس تو مبہوت ہو گئے۔ اور خود وہ فقیر قوالوں کے پاس چکر لگا کر چلایا اہل محفل
کی یہ حالت تھی کہ کسی کو اپنے تن بدن کا ہوش نہ تھا۔ جب یہ حالت سرف ہوئی تو
در ویش کو ڈھونڈھا مگر نہ پایا۔ پس ہے

خاکساران جہاں را بحدقارت منگر تو چہ دانی کہ دریں گرویدے باشد
ملک شاہ گلزار علی موٹگیری (خلیفہ حافظ شاہ فرید الدین احمد قادری آروی) بیمار
تھے حکم دیانعت خوانی ہو۔ چنانچہ ار ربیع الاول ۱۳۲۱ھ کو قوالوں نے مجلس نعت
منعقد کی۔ اور یہ غزل گائی

ما بلیم نالاں گلزار ما محمد مانیر گسیم جہراں دیدار ما محمد

حضرت شاہ صاحب کو پہلے ہی مصرع پر وہ کیفیت طاری ہوئی کہ قوال کے ساتھ خود
بھی لگاتے تھے اور کہتے تھے۔ اللہ اللہ کیا اثر ہے کیا جذبہ ہے گل مقامات بھٹ رہے
ہیں۔ چنانچہ اسی حالت و جذبہ میں آپ کی روح پر فتوح نے ٹھیک بارہ بجے دن کے بردر

سے روانہ ہوئے۔ مگر وہ نہیں بھی لکھا ہے۔ اور وہاں قوال کے بجا سب طوائف کا لفظ ہے اور یہ لکھا
ہے کہ حضرت غوث علی شاہ قلندر علی مانی بنی اس مجلس میں خود موجود تھے جب وہ لنگوٹی بند فقیرانہ میں لٹھی لٹے
محفل میں آگئے۔ اور شعر پڑھ کر تاپتے لگے۔ تو محفل پر غیب حالت طاری ہو گئی۔ وہ فقیر دوچار ہو کر مار مار کر چلایا
اور معلوم نہ ہوا کہ کہاں۔ سے آیا۔ کہہ کر گیا اور کون تھا۔

یہ عالم بالا کی طرف مہرہ ار کیا؟ واللہ ما عالمہ لم یحفل -
 قوالوں کے ہمراہ حصارہ ٹرے اہتمام سے اٹھایا گیا اور موضع راٹن تک چلا
 آپ کا مرار ہے قوال عالم الیم بالان نگرا و ما محمد "را رت گالے چلے آئے محل ترکہ
 حصارہ روہ کی پیٹ طادی تھی احاطہ تحریر سے ماسر ہے -

بصرت پیران پیرید عبداللہ الدین حیلانی نے جس کی تقریب یہ عمل سماج
 سعقد ہوئی - حضرت میرہ شاہ ملام سی صاحب ضرور پوری جلیعہ حضرت قسلا ڈوہاں
 صاحب دعوف محل مجرہ صاحب مکہ کوٹ قائم بلا تر یا سب سے پوئے فرمایا کہ
 میاں شاہ قائم کے قوالوں کو لاؤ - وہ حاضر ہوئے ارشاد ہوا کچھ کہو تو والوں نے
 یہ رماعی گاٹی سے

گرچہ معتقدی دامن فاشقی پر مشدد - علمے رالبہ - بحیر سعودا کر دہ
 ہر تو حسب شجودہ ہمیں و آسمان - روہمہ ہم سبہ حیرانم کہ ہوں خاک کر دہ
 حضرت شاہ صاحب سب کسل و راح چار پائی پر بیٹھے تھے سے رماعی
 سنتی میرہ گئے اور پھر کھڑے ہوئے اور ایک گھنٹہ کے سب حالت و حدیں
 رہے تھے

اورنگ ربیع الدین عالم گریے حوڑا اشرع ماد شاہ محامد یک مرتبہ حکم دیا کہ
 اتنی میعاد کے اندر منی طوالیں ہیں سب بھل کر لیں و رہیں کستی میں بھر کر سب کو دیا
 ٹو کرو دھما - سیکڑوں کا رخ ہو گئے مگر پھر بھی ایک ٹری نقد ادا تھی رہ گئی چھ پچاس
 کے ڈلوے کے لئے کستیاں تیار ہوئیں اور صرف ایک دل مانی رہ گیا یہاں حضرت
 بیٹھ کر کلیم الدجماں آبادی کا کھانا ایک جیسے لوجوال طوالف روہ مرہ آپ کے سلام کو
 کیا کرتی جب آپ درود و طائف سے خارج ہوتے وہ طوالف سیدھے آکر دست لے
 کھڑی ہو جاتی حسب آپ نظر اٹھاتے وہ صرف سلام کر کے چلی جاتی آج وہ آئی تو
 بعد سلام عرض رہاں ہوئی کہ آج وہ دمہ کا اخیر سلام بھی قبول ہو - آپ نے حقیقت حال
 سہ لطف الاحرار و عمر مفردہ و مصنفہ حضرت تہ و مخیر شہید تھاروی را حوہ تہ

دریافت فرمائی۔ اس جب تمام کیفیت بیان کر دی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ حافظ شیرازی کا یہ شعر ہے۔

دُر کوئے نیک نامی مارا گذر نہ اوند گر تو نخے پسندی تغیر کن قصا را
تم سب یاد کرو۔ اور کل جب تمہیں دریا کی طرف لے چلیں تو بہ آواز بلند اس شعر کو پڑھتی جاؤ۔ ان سب طوائفوں نے اس شعر کو یاد کر لیا جب روانہ ہوئیں تو یاس کی حالت میں نہایت خوش الحانی سے بڑے درد انگیز لہجہ میں اس شعر کو پڑھنا شروع کیا جس جس نے یہ شعر سنا۔ دل تنہا مگر رہ گیا جب بادشاہ کے کان میں آواز پہنچی تو بقیار ہو گیا ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی حکم دیا کہ سب کو چھوڑ دو۔

مولوی محمد مجید الدین صاحب الخطاب بہ ولی اللہ ارشدی عثمانی سکنتہ تجارتہ ملک
راہبوتانہ اپنے ایک گرامی نامہ مورخہ ۹ رجب ۱۳۳۳ھ میں لکھتے ہیں۔ اخی کرم مولوی
افتخار الحق صاحب دینی کلکٹر کے والد ماجد سید برکت علی صاحب خنی نے اپنی کتاب
مرآۃ الحقائق میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی ایک عبارت زائد المتقین
نے اس طرح نقل کی ہے: "بعد از انکہ میں حقیر (یعنی شیخ عبدالحق محدث دہلوی) بم
بوصول مدینہ مطہرہ وسعادت حضور مسجد نبویہ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشرف شد۔
شعب جمعہ کہ پردہ از عمارت داخل مرقد شریف بر میدارند نصیب دیدن آن حضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم گردانید چوں بدیں بیت رسیدے

غراہم در غم ہجر محالیت یا رسول اللہ جمال خود نما رہے بجان زار شنید اکمن
چند اداں تنوار کردہ شد کہ گریہ زار زار در گرفت۔ غالب آنست کہ بسع رضائے معرفت
ہجرت رسیدہ باشد و موجب حصول مقصود و گشت۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اخبار الانبیاء میں ایک جگہ اپنے والد بزرگوار
شیخ نبی الدین کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ بغایت رفیق القلب اور سرلح تاثیر تھے۔
در محبت کا جب کوئی سخن کہی ان کے سامنے کہا گیا وہ بے چین ہو گئے مثال میں
مندرجہ ذیل واقعہ کا ذکر خاص طور پر کرتے ہیں۔ ایک دفعہ کیا کئی مرتبہ عمر خیام کی یہ رباعی

یہاں کہہ چوس فاشق رائے لود است اور مدبر رلب نگارے لود است
 اس دست کہ در گردن او سے یم دستے اسکا کہ مد گردن یاسے لور
 آپ کے سامنے پڑھی گئی اور ہر دفعہ آپ پر حالت طاری ہوتی ہے آپلے :-
 ہرگز کہ یہ کہتے نہ ہے۔

فردوسی اور محمود غزنوی کا واقعہ کس کو معلوم نہیں محمود غزنوی کے حکم سے
 فردوسی نے شاہ اسم مرتب کیا جس پر ساٹھ ہزار ستر فی العام دیا ماقرر پایا تھا۔
 بنوامہ احمد بن حسن مہدی کی فردوسی سے چمک بھی اس سے یہ کہہ کہ فردوسی شیعہ
 رہا ہے۔ کسے اسے اس فیوں کے اس کو روپے عموادیہ جس کو فردوسی نے
 واپس کر یا دیے بلکہ کچھ بھڑکایا کہ اگر بادشاہ حاک کی ہٹھی بھی سیٹے تو چاہے کہ اس کو
 دیکھن کا سرمہ سایا مانے مگر فردوسی نے سلطان کے ساتھ سخت گستاخی کی بہت چاہے
 محمود نے حکم دیا کہ فردوسی کو اتنی کے پاؤں تلے پکڑا جائے جس سے عام نے اولوں کو
 عبرت ہو فردوسی کو سسر ہوئے ماب ہو کہ سلطان کے پاس آیا دہوں پر گر پڑا
 کہ لڑایا کہ عصہ کی رعایا میں گرو دیو ہستے ہیں مجھ کو بھی ان میں سے تمار مرانیئے اور قتل
 سے حاف کھئے یہ کہہ کر ایک ٹھیب دد ماک آوا میں مدد دہ دیل فی الد یہ اعتبار
 پٹھے :-

چور ہک سلطان کہ چر حق ستود لئے ہست تہناؤ گرو دیوڈ
 گرفتہ د ظل حدش قرار شدہ ایس اور گردش روہ گار
 چہ ماتکہ سلطان گردن شکوہ رہی راتمار دیکے راں گروہ
 سلطان پر ان اعتبار کا اس تذراثر ہوا کہ وزیر کی کسی مخالفت کی کوئی پیش نہ ماسکی۔
 اس کا عصہ دو ہو گیا اور فردوسی کی حال سختی کی گئی۔

فردوسی کا قصور تو معاف ہو گیا مگر وہ یہ سے اسے جواب ہی رہا اس نے حتی
 جاں کی سلامتی کو مصیبت سمجھ لی مرنی کی رہائش سے اس لیے اگیا گیا کہ ورہ دس سے
 ۸۱۱ھ سدستان ہلال مومستہ مولد شمس العلماء مولوی محمد دکاواشد صاحب مرحوم

کسی نہ کسی دن حبیبیت میں پھنسا دیگا چنانچہ غزنی سے اپنے وطن طوس کو روانہ ہو گیا۔
اور جانے سے پہلے شہر کی جامع مسجد کی اس دیوار پر جہاں محمود آ کے بیٹھا کرتا تھا۔ یہ
شعر لکھ گیا ہے

نخنہ در گمہ محمود زابلے دریاست چگونہ دریا کہ آنرا کہ اندہیدہ نیست
پہ غوطہ ہا ز دم داند و ندیدم دور گناہ بخت من است اس گناہ دریا نیست
جب محمود نے جامع مسجد میں آکر یہ اشعار پڑھے تو متاثر ہو کر ساٹھ ہزار دینار طلا
خلعت تنہا ہی کے ساتھ فردوسی کے پاس بھجوائے جانے کا حکم دیا۔

فردوسی ایک دن اپنے وطن طوس کے بازار میں پھر رہا تھا کہ ایک لڑکے کو اپنا
یہ شعر پڑھتے سنا ہے

بے رخ بودم بدیں سال سی ۲۰ غم زندہ کردم بابیں پارسی
اس شعر کے سننے کے ساتھ ہی فردوسی کو اپنی گزشتہ تیس سالہ دماغ سوزی اور جگر کا دی
یا آگنی بخش کھا کر زمین پر گر پڑا۔ جب لوگوں نے اٹھایا تو مرغ روح نفس غصہ
سے پر وار کر چکا تھا۔ لوگ اس کا جنازہ لئے جا رہے تھے کہ بادشاہ کی طرف سے
پوراصلہ یعنی ۶۰ ہزار اشرفی کی پوری رقم بھیج گئی۔ اس کی ایک ہن بابیٹی تھی وہ رقم
اس کو دی گئی۔ لیکن اس پیرچہ تم نے بھی لینے سے انکار کر دیا۔ آخر حکم سلطانی طوس کی زہری
ہر جہاں فردوسی کا مسکن تھا۔ اس رقم سے ایک پل بنام جسرفردوسی بنایا گیا جس کے ٹوٹے
پھوٹے ٹکڑے اب بھی پائے جاتے ہیں۔

گذشت شوکت محمود و در زمانہ نماند جزبیں فسانہ کہ نشناخت قدر فردوسی
تذکرۃ العارفین میں حضرت بابا علی ریتیہ بڑا در حضرت محبوب العالم شیخ المشائخ شیخ حمزہ
کشمیری اپنے حالات میں لکھتے ہیں کہ جب میں سفر عرب و عراق وغیرہ سے واپس آکر کشمیر میں
اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوا تو ایک عجیب حالت روحانی مجھ پر غالب آگئی۔ حافظ
شیرازی کی غزلیں پڑھتا اور فریاد و فغاں کرتا تھا۔ یہ اشعار پڑھتا تو دل کا بخار
کھینچنے کے لئے تھا۔ لیکن ان اشعار سے سوز و دل اور بھی بھڑک اٹھتی تھی۔ ان

عزلوں کے مطلع حسبِ دلیل میں سے
 مسا مطلع نگو اں سرال رعنا را کہ سرکوه و سیا ماں تو دادہ مارا
 لئے ہیک راستاں حرار سرد ما نگو احوال گل بہ عمل دستاں سرا نگو
 سنج سعدی علیہ الرحمۃ نقل کرتے ہیں کہ سنج تھما سہ الدین سروردی
 ایک رات یہ پڑھ رہے تھے

چہ لودے کہ دور رس ترشدے گردیگ اں راز دانی مستبدے
 اس شعر میں غصہ کی تاثیر بھی سارے جہاں کا دھمکتے کی یہ عجیب
 تما بھی۔ اور سی نوع انسان کی ہمدردی کا یہ ایک لاجواب مضمون تھا لکھا ہی
 کہ تیج تھما سہ الدین جس تک یہ شعر پڑھتے تھے انکی آنکھیں آنسوؤں سے سرسبز اور رونا
 اُل کا جب تک کہ اس شعر سے فائدہ نہ چھوٹے مدد نہ دیا۔

سلطان عباس الدین بخاری جس نے سترہ سو میں غزنی کو فتح کیا ہے، پر حملہ
 کر کے لے سلطان جو اردم کالنگ حب ہا نہ سر سر جس را آتا تو جو اردم نے لپھا ایک
 اچھی سلطان لگے ہاں بھواعت الدین نے مرطرب مہیا کر کے جو اردم کا حال معلوم
 کر کے لے لپٹی اس کا سر اس پلٹی مطلب کے گائے پر حب ایٹھی مست ہو اتھوم
 محوم کہ اس رماجی کی فراموش کی سے

آں شر کہ مالش رود ہا نہ است مقم شر اں جہاں ارد ہرا مسد عظم
 اسے شر تو ارد ہا نہ دماں سمار کیں ماہمہ درد ہاں شر اندریم
 نہ طلش امیر رماجی سے ہی عیات الدین کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا ایک لگ
 آتا تھا ایک جاتا تھا اہل مجلس یہ حال دیکھ کر کاس گئے خواہ معنی الدین محمود علی الدین
 کا ایک درباری شاعر بھی حاضر مجلس تھا اس نے فی البدیہہ نہ رماجی پڑھی سے

آں رود کہ ہاں اس کیں افراریم وار دشمن مہکت جہاں پروازیم
 شیرے رود نہ گر نماید دماں ود مالش گرد رود ہاں امداریم
 سلطان کا وہ چہرہ جو پہلے غصہ سے لال چہرہ رہا تھا اب جوتی سے چمک

اٹھا۔ اور خواجہ کو خلعت اور بیتن خزانہ عام عطا کیا۔

سلطان کی قیادت اور اس کے باپ سلطان بغراخان کے واقعات تیار خدوان
اصحاب سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ نظام الدین نمک حرام نے کیتباد کو زنگ رلیوں میں از
کرنہ صرف باپ کا دشمن بنادیا بلکہ تمام کمر اور راکی بے عزتی کرنے لگا۔ بادشاہ کے
رشتہ داروں کو قتل کر دیا۔ اور خود بادشاہی کی ہو میں بادشاہ کی جان لینے کی گھات
میں رہنے لگا۔ بغراخان بیٹے کے یہ حالات دیکھتا تھا۔ مکتوب نہ سارٹج آمیز لکھتا تھا۔
مگر ست بادشاہ پر کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ آخر اس نے بیٹے کے دربار میں خود حاضر ہونے
کے لئے ایک محبت بھرا خط لکھا۔ کیتباد نے یہ خط پڑھا۔ اور جب باپ کے اس
شعر پہنچا

گرچہ خرد و سہ مقام خوش است ہج بہ از دولت دیدار نیست

تو بے ساختہ آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ باپ کے دیدار کی تڑپ دل میں
پیدا ہوئی اور اودھ میں دہرائے گیا گھر کے کنارہ پر ملاقات قرار پائی۔

ہمایوں جب فیروز شاہ سورہی کے ہاتھوں سے تنگ ہو کر رشتہ داروں (ایران)
پہنچا ہے۔ تو شاہ طہاسب دانی ایران نے بادشاہ ہند کی دستگیری کے لئے سبزی شاہانہ
مرتب کیا۔ مطلب اصحاب بر قاتی نے جب اس غول کو جس کا یہ مطلب ہے

مبارک منزلی کا خانہ راہ ہے چنیں باوند ہمایوں کشور سے کاں عصر را شاہ چنیں باوند

کھایا تو اہل وجد و حال کے ارکان وجود میں تزلزل آگیا جب اس شعر کو پڑھا۔

زرنج و راون گیتی مرغجان دل مشو خرم کہ آئین ہماں گاہ چنیں گلہ میر چنان باشد
تو ہمایوں کے دل پر ایسی چوٹ لگی کہ بے اختیار آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اور آخر
میں رقت طاری ہو گئی جس سے تمام مجلس برافسردگی چھا گئی۔

در اندانہ ہر ایک ہر سلطنت اور ہر قوم میں ہوتے ہیں۔ ایران ان سے کس طرح

خالی رہ سکتا تھا۔ چنانچہ بعض خود غرضوں نے شاہ ایران کو ہمایوں کی امداد سے اس لئے

سہ تاج ہندوستان جلد سوم صفحہ ۱۵۵ مولفہ شمس العلماء میلوی محمد کمال اللہ صاحب سہ تاج

روک دیا کہ آپ شہید ہیں وہ سنی دونوں کے عقاید میں ریر آساں کا فرق ہے جس معاملہ میں گمراہ ہوں نے اپنی ایک رماعی شاہ ایران کو بھی جس کا دوسرا سر حسب دیل ہے سے

شاہاں ہمہ سایہ ہمارے ہوا ہند ملکہ کہ ہما آمدہ در سایہ تو
تو شاہ ایران پر عجب حالت طاری ہو گئی۔ اور جسہ ترالط کے ساتھ ایرانی قور اس کے ساتھ کوئی چاہا پھر اسی ایرانی قور کی کوشش سے قہار کامل اور مدشاں کے بعد ہندوستان فتح کیا گیا

جب ہمایوں کے مرنے کے دن قریب آئے تو بہرہ لاف ہی مادشت کے اکثر موب کا کھڑکریا کرتا تھا ایک دن مرایا حب میں دہلی کے مرارات کو دیکھا ہوں تو میرا لعلیتا مرنے کو بھی چاہتا ہے پھر ایک دن حب ہی دیل کی رماٹی پڑی سے

یار بہ کمال لطف حاصل گمراہ داں واقعہ سمجھائی ہو اصرم گمراہ داں
اور عقل حاکم دل انگار سد م دیوانہ خود حوالا و حلال صم گمراہ
تو نے اختیار ردیا اور کہا اس عالم حالی سے لوئے انتقال آتی ہے لکچھو لوں کے بعد ہمایوں کا انتقال ہو گیا

ہمایوں کو اس کے بھائیوں سے بہت تکلیفیں پہنچی تھیں ملک ہندوستان سے واری بھی بھائیوں ہی کی جانب جنگیوں کا نتیجہ تھی جب اس کی قسبے یٹھا کھایا اور وہ ایران سے واپس ہندوستان میں آیا۔ تو بھی اس کے بھائی خصوصاً مرکا مراں اس کا سختی سے مقابلہ کرتا رہا۔ آخر کامل میں ہمایوں نے اس کو گرفتار کیا۔ اور عیاں سلطنت کے شہر سے ماوراء ہی کمال رھائی کے بھائی کی آنکھوں میں سلامتی بھرائی گئی اور لستر لگوئے گئے یہاں تک کہ اس کی میانی بالکل ماتی رہ گئی مرکا مراں نے بادشاہ سے اپنے عزیز دوست پر

۱۵۔ سولوں کا ملک تھا کہ دار میں کسی موت کا ذکر نہ آیا کہ اس سے دل پر جو اثر ہوتا ہے اس سے انتقام سکتا میں مل ہو تا ہے۔ ورم نامہ سرسہا ہی صفحہ ۷۷۷ مولد مولوی رکا اللہ صاحب ۱۵۔ یہ کہ تو سترہ مرطو من آتا اس قدر کی تاریخ لفظ سرسہا (۱۵) سے نکلتی ہے

لوگ کے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ وہ منظور ہوئی۔ جب ملک آیا تو اپنی اندھی آنکھوں پر اس کے ہاتھ رکھے۔ اور رو رو کر بیدار ہو کر اس شعر کو پورا کیا۔

ہر چند کہ حتم پرخت پرودہ کشیدہ است بنیاست بچنے کے لئے تو دیدہ است
فیضی کو سب جانتے ہیں کہ وہ علامہ ابو الفضل کا بڑا بھائی اور دہ بابر کبری کا ملک الشعرا
تغاسی^{۹۵۴} ہیں پیدا ہوا۔ اکبر کے جلوس کے بارہویں سال بادشاہ تک اس کی رسائی ہوئی
مشور ہے کہ جب وہ دربار میں آیا تو چاندی کے کٹھرے سے اس کو باہر کھڑا کیا گیا۔ اُس
وقت اس نے پڑھا۔

بادشاہ درون پنجرہ ام از سر لطف خود مرا حادو
زانکھ من طوطی مشک خایم جائے طوطی درون پنجرہ وہ

بادشاہ نے یہ قطعہ سن کر بہت پسند کیا۔ اور اسی وقت سے فیضی پر مراعات و عنایات
کی بارش ہونے لگی۔

اکبر^{۹۸۹} محرم الحرام ۹۸۹ء کو دار الخلافہ سے پنجاب کی طرف روانہ ہوا۔ ۱۰ محرم کو تنہا ہیر
میں پہنچا۔ ابو الفضل ہمراہ تھا۔ بادشاہ شیخ جلال تنہا میری سے کہ ہزار لوگ ان کے
ارادتمندوں میں داخل تھے ملا۔ بادشاہ کے اتار دے ابو الفضل نے پوچھا۔ آپ کی ساری
عمر نیکیوں کی صحبت میں گزری۔ دل سراپہ کو اختلاف کے تفرق سے نجات دلانے کا بھی کوئی
علامہ ہے کہ نہیں۔ شیخ آنکھوں میں آنسو بھر لایا۔ اور روتی ہوئی آواز میں کہا۔

آہ زانستغنائے دلبر آہ آہ کہ قنظم بخت بر کونیں راہ

شاہزادہ سلیم کئی دفعہ باہر اکبر سے بگڑا۔ اور کئی مرتبہ اس کے پاؤں پر گر۔ ۲۰
مطابق سال جلوس ۹۸۹ء میں بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ بادشاہ نے پہلے اپنی بیگم سلطان سلیمہ
اور پھر شاہزادہ کی خواہش کے مطابق اس کی دادی حضرت مریم مکتی کو اس کے بلانے
کے لئے بھیجا۔ جب اکبر آباد کے قریب آگیا تو پیغام بھیجا کہ کوئی ساعت سعید میری قدمبوسی
کے لئے مقرر کی جائے۔ بادشاہ نے جواب میں جعفر بیگ آصف خاں کے یہ شعر لکھے۔

لے جنتہ زما برسم عادت ساعت آوارک صال را جہر حاجت ساعت

۱ وصل کہ کت معلوتہ ساعب ساعب چنگی ہمارا ساعب ساعب
 یہ سحار بچھکر مینا دوڑا آیا قدموں پر گیا مات لے گئے نکایا بعد تقارہ ساروانی سحار
 میرم ماں اکبر کا تالیق اس سے ماہب ہمالیوں کا واد اور صلاح کار سحار سحار
 میں حب اکبر لے و مہو نقال کی مہم سے فراغت حاصل کرنی میرم ماں کے گھر لڑکا پیدا
 ہوا جس کا نام اکبر سے عبد الرحیم رکھا۔ او جو بڑا ہو کر میرا عبد الرحیم حال حاماں کہلایا۔
 اس کی د مادی اور امارت کے اسالے تاریخوں اور کتاوول میں مرقوم ہیں در مار اکبری
 ص ۱۶۱ میں لکھتے ہیں ایک دفعہ مرزا حاماں حاماں جس کو مادر شاد نے سیم حاماں کا
 محی خطاب دیا تھا امداد مارتا ہی سے رہاں پو کو روانہ ہوا پہلی ہی منزل پر پڑیا کسانترب
 شام سرایہ کے سامنے تابیہ کے یہ بھی گری بیٹھ گیا تو تھا اور مساحول طاروں سے
 درما آتا تھا ایک آراد سامنے سے گدرا اور پکار کر کہتا چلا

سیم کہ وہ دشت و سماں میرب مست ہر جا کہ رفت جیمہ رد و مار گاہ صاحب
 سیم حاماں اس محل اور حستہ شعر کے سے سے طراوش ہوا حراچی کو حکم دیا اہل لاکہ
 روپیہ دید و فقر و مایہ دینا چاہا کسانترب سرلوں تک وہ فقر اسی طرح کہتا اور لاکہ لاکہ
 روپیہ لیتا رہا پھر خود ہی حال آیا آج تک اتنا العام نہ کسی سے دما سے نہ لسا ہے ایسا
 نہ ہوتا ہو گا کلا بچھلا سب نہیں لے اس لئے زیادہ طبع اچھا نہیں حسب آٹھویں دن
 فقر کی صدا آئی تو سیم حاماں سہ رہاں پور آگرہ سے ۲۷ منزل ہے ہم سے تو
 پہلے دن ہی ۲ لاکہ روپیہ کا کر لیا تھا۔ فقر تنگ حوصلہ ہو گا۔ حد اعاسے لیں کیا
 سمجھا کہ بھر میں آیا۔

ایک شخص حاماں حاماں کے پاس آیا جو سمجھا تو مجلس لکس حاماں اس کا دل اٹھا
 محادوں نصر روپے کے گدردہ شکل تھا اس نے حال حاماں کے دربار میں
 قطعہ پڑھا

لئے حاماں حاماں حاماں دارم صمے کہ رفتک ہیں اسب
 گدہاں طلسمہ مصالحتہ مسب در سے طلسمہ صمیں دربر اسب

پوچھا وہ کیا مانگتے ہیں کہا لاکھ روپیہ حکم دیا۔ لاکھ ان کو دیکھا تو آپ کیا کھائے مگرا۔
ارشاد ہوا سوال لاکھ دیدو۔

سکندر لدھی کے عہد (۹۲۳ء) میں شیخ جمال کبیدہ دہلوی شعرا نے
بالکل اس گزرے ہیں۔ ابتدا میں بالکل فقیرانہ حالت اور سخت تنگدستی تھی۔ مگر اس
حال میں بھی شاعری کی شہرت ابرار تک جا پہنچی تھی۔ دربار اکبری میں لکھا ہے کہ آپ جب
مولانا جامی کی خدمت میں گئے۔ تن سے بالکل پرہیز تھے۔ اور ایک سنگوٹ سا پاندھا
ہوا تھا۔ انہوں نے پوچھا کون ہے؟ کہا خاک ہند سے ہوں۔ پوچھا جامی شاعر کے کلام
سے بھی کچھ یاد ہے۔ انہوں نے دو تین شعر پڑھے۔ پھر پوچھا۔ تم بھی کچھ کہتے ہو۔ آپ نے
یہ مطلع بڑھا دیا

مارا ز خاک کو بیت پیرا ہن است برتن

آں ہم ز آب دیدہ صد چاک تا بدامن
یہ کہا اور ساتھ ہی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ بدن پر تمام گرد پڑی تھی۔ سینہ
پر جو آنسو گرے۔ پیرا ہن خاکی چاک چاک ہو گیا۔ مولانا جامی سمجھ گئے۔ اٹھ کر نکلے
لے اور تعظیم و تواضع سے پیش آئے۔ ۹۲۳ء میں دہلی میں آپ کا انتقال ہو گیا۔
شیخ سلیم چشتی وہ بزرگ ہوئے ہیں۔ جن کی دعا و برکت سے اکبر کو سلیم سا فرزند
ملنا تھا۔ اکبر نے ایک مرتبہ شیخ سے پوچھا۔ آپ کا انتقال کب ہو گا۔ فرمایا اس کا علم
عالم الغیب ہی کو ہے۔ بادشاہ نے جب بہت اصرار کیا تو شاہزادہ سلیم کی طرف دیکھ کر
فرمایا۔ جب یہ شاہزادہ اتنا بڑا ہو گا کہ جو کچھ اس کو یاد کرایا جائے وہ بیکہ لے اور
پھر خود ادا کرے۔ تو سمجھا کہ ہمارا وصال نزدیک ہے۔ جہانگیر اپنی تو زک میں لکھتا
ہے اس واقعہ کو دو برس سات مہینے گزرے تھے کہ ایک عورت نے جو مجھے نظر گذر
کے لئے روز اس مہینہ کر جاتی تھی۔ اور اسے کچھ بلور خیرات مل جایا کرتا تھا۔ مجھے یہ
شعرا یاد کرادیا ہے

آہی غنچہ امید بچشا گلے از روضہ جاوید بنا

میں یہ شعر یاد کر کے شمع کے پاس گیا اں کو سہایا وہ عورتی کے مارے اچھل پڑے
دوسرے دن تان میں کو لو کر گا مائٹا بادشاہ کو ملا کر اس واقعہ کی اطلاع دی
اور کہا اب ہم رخصت ہوتے ہیں اور بچہ ہی دلہن میں داخل بھی ہو گئے۔
اک مرتبہ بادشاہ جہانگیر کے سامنے یہ شعر پڑھایا گیا ہے

مگر دریاں اور سرما کشتگاں عشق یک رمدہ کردل تو لعل و دل راز راست
جہاں کیراچی تورک میں لکھا ہے کہ یہ شعر سکھ سہری طبع نے اختیار ہو
گئی سیالاب میں ایک تلامذہ پیدا ہوا اور نور اہی میری رماں ہر سہ سب آگیا ہے
اور میں متاثر ہو کر کہ ہم نے نوکیلیں یکدل شکست تو لعل و دل راز راست
تہر یاریوں تو شاہجہاں کا بھائی اور جہانگیر کا بیٹا تھا مگر بڑا دلہن صیب بھا
اور اس کی بی بی اس زمانہ میں اور بھی ترقی کر گئی تھی۔ یہاں سے اچھی بی بی
اور سیر افکس (سہی) سے کہ اس کو اپنا داماد مایا تھا۔ اور جہاں پہاڑی تھی
کہ تہر یار جہانگیر کے اور تخت پر بیٹھے اور آصف شاہ اس کا بھائی اپنے داماد
تہر اودہ حرم (شاہجہاں) کے لئے حاکم اور اس کا بھائی اور جہاں کا کمر کی دہلی میں
مقام ہر لم گدا منتقل ہوا۔ اس وقت سہریا۔ اپنے علاج کے لئے لاہور میں مقیم تھا
باب کے مرنے کی خبر سنا آصف شاہ کے مقابلہ پر دریاے راوی سے عبور کیا۔
آخر اسی بیگم سب محلوں سے ماہر نکالا گیا دوسرے دن آصف شاہ کے اہل
سے اس کی آنکھوں میں سلاخی پھیری گئی۔ دیا جہاں اس کی آنکھوں میں سیاہ ہو گیا
روتا تھا اور کہتا تھا ہے

دگر گس گلاب ارچہ متواں کسید کشد مد ار مرگس میں گلاب

اگر ار تو ہر سہد تاریخ میں گد گور متد دیدہ آفتاب

اس زمانہ میں یہ شعر لاہور میں بچہ بچہ کی زبان پر تھے عورت بھاسر کو دھکتا تھا۔

دکن میں حاکم الہی کا دوسرا بادشاہ سلطان محمد شاہ اول (عہد حکومت ۱۵۵۳ء
۱۵۵۷ء) آخر عمر میں لے اتنا مل گیا تھا اور شراب سے تو ایک لمحہ بھی

وکن کے کل مشارح نے خوف کے مارے اس سے ماضی و غائب بیعت کی بیعت
 زمین الدین نامی ایک بزرگ تھے، انہوں نے کہلا بھیجا امرنا قبول ہے مگر ایک شرابی
 کی بیعت نہیں ہو سکتی۔ بادشاہ نے اس کو شہر بدر کر دیا بعد میں افسوس ہوا۔ اور ان کو
 واپس بلوا بھیجا انہوں نے لکھا، اگر بادشاہ امر معروف و نہی منکر میں کو متشبہ کرے
 تو زمین الدین فقیر سے زیادہ وہ کسی کو اپنا دوست نہ پائیگا۔ اور یہ رباعی لکھی سب
 تامن ہزیم بجز نکوئی نکم جزی نیک دلی و نیک خوئی نکم
 آہنا کہ بچا لے ما بدی ہا کر دند تا درست رسد بجز نکوئی نکم
 بادشاہ پر اس رباعی کا یہ اثر ہوا کہ شراب فروشی کی دوکانیں بند ہو گئیں۔ سنت
 محمدی بر عمل ہونے لگا۔ اور علما و فضلا کے مراتب و مراسم کی تجدید اشت ہونے لگی۔ اور
 آخر شاہ زمین الدین بادشاہ کے پاس گلبرگہ میں آ گئے۔

منشی چندر بھان برہمن اکبر آبادی دور شاہجہانی کے ایک نامور شاعر اور شاہزادہ
 داراشکوہ کے دامن دولت سے وابستہ تھے۔ شاہزادہ ان پر بہت مہربان تھا۔
 ایک مرتبہ بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ منشی چندر بھان طرفہ شعر کہتا ہے۔ اگر
 حکم ہو تو حضور کی خدمت میں حاضر ہو۔ بادشاہ نے حکم دیا بلاؤ۔ منشی چندر بھان حاضر
 ہوا۔ شاہجہان نے کہا کہ جو شعر یا بار شاہزادہ نے پسند کیا ہے اس کو پڑھو چنانچہ
 برہمن نے یہ شعر پڑھا۔

مراد لیست بکھر آشتا کہ چندیں بار بجھہ بزم و بانش برہمن آور ہم
 یہ شعر سنتے ہی بادشاہ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ غصہ سے آستینیں کو چڑھایا۔ اور کہا کوئی
 ہے کہ اس کا جواب دے۔ اور میرے غصہ کو فرو کرے۔ افضل خاں کہ امرائے
 اکبار میں سے تھا اور حاضر ہو ابی میں فردا بولا! حضور اس کا جواب تو شیخ سعدی پارسو
 سال پیش فرما گئے ہیں۔

جہ جیسی اگر تکرار ہوں یہ ایدہ سحر ما شہد

ادساہ سب خوش ہوا جہاں مذکور کو العام سے مال مال کیا اور فرمایا اگر ہمیں کے
سحر کا خواب نہ ملتا تو میں صر رہا ہوں آپ کو پاؤں کہ دوتا شاہراہ اور متنی
چندر بھان مسعل ہو کر بے کے ہے۔ چندر بھان کا انتقال شکستہ میں ہوا ہے۔

عالمگیر اپنے ملک کے سال شکستہ میں صحت کیا ہو گیا امیر بھان لعل کر ماسے کہ
ادساہ کو ایک دن شاہیہ منع ہو گیا اسی آئینہ انشاؤں کو دے تھیں چندر بھان ہوتا ہے۔ سحر خور ہوا تھا
نہ ستاد وہ دوچوں در رسیدی

نہاں جا چوں عقد مرل زبانی ہو مرگے لعل و بھگانی
ادشاہ کی حالت اس وقت متعیر بھی میں نے جب یہ سحر سے تو دوسل کر کے عرض کیا کہ
سما کی لکھی ہے ان ایسا کی کہ یہ میں نہ سب ہی کہی سے ہے

میں آپ سحر کو در شاہ داری دران سادہ عدا ایدہ داری
امیر بھان لکھتا ہے یہ سحر سے ہی شاہ کی حالت میں ایک اعلیٰ سناظر آئے لگا اس
سحر کو نہ سے مار مار سادہ لکھو ایسا مات تک یہ سحر اس کے در درماں رہا۔

سبح حمد الہی الگوری کہ صاحب کمال بررگ اور اولیائے عظام میں سے تھے ایک دن
جلسہ سماع میں تھے تو انوں نے سحر یہ روائی پڑھی ہے

آں مائل کجا کہ در کمال تو رسد و اں روح کجا کہ در حلال تو رسد
گیرم تو پردہ سرگ رفتی رحال آں دیدہ کجا کہ در محال تو رسد
سند کہ چینی درماں فارسی مٹو نہ لکھد ہنس لکھتے کہ شمع کو اس ہاں درود و حد ہو آ کہ
دو پہلے سام تک ہی مانٹیں رہے

سند کہ چینی میں لکھتے آدیو آہ لعدادی کے سند کہ جس لکھا ہے کہ وہ ایک یہودی کی لڑکی عاشق
سنگیہ کھا لڑکی بھی اس کے دران میں اسی تھی لیکن جس ہی ویدی و دو ہاں ہی ہیں کہ دووی
شادی ہو کھا مال اور ملاقات کمال تھی ایک بررگ کی مدد سے دیوا۔ اپنی مصدقہ کے
مکان تک پہنچا ایک آہ گیتی اور سند آوار سے پیرائی پڑھی ہے

در مسر تو ام طافت مائی ست و در ہجر تو ام تاب شکستانی ست
تا دمع لو اں نہ شمل کر دم دگر چہ گم وس تو امانی ست
ادرسے آوار آتی ہے

در غش کسے را کہ کھامانی میب در ہجر بھل و شکستانی میب
مراد کہ مردان ملک مر مٹے دگر کہ در مانا میب
سند کہ چینی میں جس جس دوست سنا ہے وہ ملک مندہ میں کول امیر بھان امانت یہود نام ہی
لکھا ہے سادہ لکھا ہے

خدا جانے اس آواز میں کہا یاد اور کیا اثر تھا کہ دیوانہ نے جب یہ استعارہ
 تھے تو ایک نعرہ مارا اور جان - جان آفرین کو سونپ دی - ساتھ ہی اندر سے بھی
 ایک شور بلند ہوا جس سے معلوم ہوا کہ وہ لڑکے کی بھی مرگئی ہے -
 حضرت ملا شاہ رحمہ حضرت میا نمبر لاہوری رحمہ کے مرید خالص اور شہزادہ داراشکوہ
 رعلف اکبر شہنشاہ شاہجہاں رحمہ کے مرشد گرامی تھے - حضرت میا نمبر رحمہ کی وفات کے
 بعد حضرت ملا شاہ رحمہ کشمیر میں گئے - وہاں اُن کی عمارات کے کھنڈرات اب تک
 موجود ہیں - ملا شاہ نے انہی دنوں میں ایک شعر کہا ہے

بچہ در پنجہ خدا دارم من چہ پردائے مصطفیٰ دارم
 شاہجہاں بادشاہ نے علمائے دہلی سے فتویٰ طلب کیا کہ ملا شاہ اس شعر کے کہنے سے
 واجب القتل ہے یا نہیں کیونکہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہانت
 ہوتی ہے - شاہجہاں نے ملا شاہ کو بھی بلوایا - پوچھا یہ شعر آپ کا ہے کہا ہاں - فرمایا
 اس سے رسول خدا کی توہین ہوتی ہے - حضرت ملا شاہ نے کہا توہین تو آپ لوگ
 کرتے ہیں جو اپنے اور مصطفیٰ اور حق میں تفریق پیدا کر رہے ہیں - خدا کے بچہ ہیں
 میں بھی ہوں آپ بھی اور مصطفیٰ بھی - پھر پروردگار کی اور خوف کس کا - بادشاہ
 خاموش ہو گیا - اہل کشمیر نے جمع ہو کر کہا ملا شاہ نے بادشاہ پر جادو کر دیا ہے جب
 وہ دعوئے الوہیت کرتا ہے تو قتل اس کا کبوں لازم نہیں - اس ارادہ سے سب
 لوگ ملا شاہ کے پاس گئے لیکن جب ان کے پاس پہنچے - بہت سے تو بھاگ گئے
 اور اکثر ان کے مطیع و معتقد ہو گئے -

حضرت سرمد برہنہ اپنا مال و زیبا ب لڑاکر بہرہ نہ ہو گئے - اُن دنوں عالمگیر اپنے

سلطنت میں کاشانی میں دی اور بقول بعض اپنی مرضی تھی - بعد میں سرمد اسلام ہو - جب ہندوستان میں
 آئے تو بہتہ تجارت عمارت اسودہ سال بچے دہلی میں آکر بارہ ہندو لڑکے اسے شہر عاصی میں لے گئے اور کہا
 ہندو کہیں جڑے کس ویدہ لڑے من اچھے عداوت باخیر جذبہ عشق میں ہے - مال و ارباب عاصی کو دبا دیا
 تاکہ کہ داخل رہنہ ہو گئے - اور آج عرصہ گزرا لیکن وہاں اب بھی رہے -

سنا بیٹوں کو تنگ دے گا وہ ماہر شاہجہاں کو قید کر کے تخت لٹیں ہو چکا تھا۔
حضرت سرمد نے کہا بادشاہی آخر دارا شکوہ ہی کو بیگی عالمگیر کو یہ مات مانگوار گری
ماقوی کو جو قاضی القضاۃ تھا سرمد کے پاس یہ پیام ہے کہ بھیجا کہ کمال کے ہوئے ہوئے
میں کسوں العورت دیکھا نظر ہے سرمد نے کہا کیا کروں تیڈیاں قوی ہے اور یہ باقی
فی السیرہ پڑھی ہے

نالہ سختی کروہ چیں است مرا چستے مد و عام ہر دار دست مرا
آورد لعل مست و من در طلبش دردے غمے بہ کہ دست مرا
قاضی قوی رہے مام کے ساتھ سیڈیاں قوی کا لفظ س کر حرکت اٹھا بادشاہ
پاس گیا اور کہا وہ واجب القتل ہے بادشاہ نے کہا کل اُسے حاضر کرو تو ہم علامہ بحث
کہیں اگر وہ ایسا ہی ثابت ہو تو اس کی گردن اڑا دی جائیگی سرمد دربار میں لایا گیا بادشاہ
نے کہا تو نے جو کہا تھا کہ دارا شکوہ بادشاہ ہوگا تاؤ اب کون بادشاہ ہے سرمد نے کہا
بادشاہی دارا شکوہ ہی کو حاصل ہوگی بادشاہ کچھ پیٹے ہی جاتے تھے اس کام سے اور
بھی رنجیدہ ہوا پھر کہا لا الہ سے آگے کچھ نہ کہا کتا ہے کہ ابھی بی میں عرق
پول اسات بعد ہی کے جوتی ہے بادشاہ نے اُس کو لوہے کی اود ستر چھلکے کی تاکہ بی
کماں سے ایک نہ مانی اور کہا تو یہ کہا نہ

عمر لیست کہ آوارہ منصور کہیں شہر میں اس سرمد علوہ دہم دار و رس را
آخر تریخت کے بعد وہ قتل گاہ میں لایا گیا حب جلاؤ دے اس کا سر نکال کر لے کے لئے
تکوار کو پیام سے باہر نکلے تاؤ سرمد نے ہنس کر کہا نہ

رہیدہ مار طریاں تیج ایدم سرمد کے کو آئی سے تسام
شیخ الشارح حضرت شیخ عبد الحلیل العزوف حضرت چوہر شاہ مدنی لاہوری ایک

سے مر دم ہار کہ لاہور میں قتل گاہ کے واقع ہے ماہ ربیع الاول ۱۰۲۳ھ میں وہاں پانی
سلطان سلطون قوی کے آپ دنا تھے اصل دین لاہور میں تھا ملک مصر و لاہور است ماہ ربیع کے رہنے والے
سلطان امجد الدین حاکم دکن کے مامی اس سے کہا میں صرف لائے اور لاہور میں پیام فرمایا
(در رسم)

مزنہ کو ہستان بچک کی پیر سے واپس تشریف لاتے ہوئے موضع چلور ابراہیم میں چند روز
اقامت گزریں ہوئے ایک دن آپ نے فرمایا کہ مجلس سماع منعقد کرائی جائے۔ سنا پنچہ
ہر طرف سے بیت اور دو ہڑے پڑھنے والے حاضر ہوئے۔ ایک قوال نے جب عراقی
کے یہ اشعار پڑھے

نختیں بادہ کا ندر جام کردند ز چشم مست ساقی دام کردند

چو خود کردند راز غنیمتین ناش عراقی را چرا بد نام کردند

مذکرہ فطیبہ میں لکھا ہے کہ حضرت کو وجد آگیا یہ اختیار ہو کر کھڑے ہو گئے۔ اور
جوش و خروش میں سامنے کے رسات گز عریض ٹیلہ کو چیرتے ہوئے آگے کو نکل گئے
اسی وقت ٹیلہ سے پانی جاری ہو گیا جس کی رو میں آپ پھر واپس آ گئے۔

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے ہاں ایک دفعہ مجلس سماع تھی۔ فوالوں نے جب
یہ شعر پڑھا

عاشق رویت کجا بیند بکس بستہ مویت کجا ماند خلاص

مرآۃ السالکین میں لکھا ہے کہ اس شعر پر آپ کو دیر تک وجد آتا رہا۔

ہنزہ بھٹی امیر حبیب اللہ خاں فرمانروائے افغانستان جب مدینہ میں بچہ دارڈ
گزر نہ دار دہند وستان ہوئے تو ۱۶ جنوری ۱۸۸۱ء کی صبح کو علی گڑھ بھی تشریف لائے۔ اس
زمانہ میں نواب محسن الممالک کالج کے سکریٹری تھے۔ ہنزہ بھٹی امیر صاحب مختلف مکروں اور
جامعتوں کا معاشرہ دلا خطہ کرتے ہوئے جب ڈرائیونگ ہال دسر سالار جنگ کے عطیہ
کی یادگار سالار منزل امین تشریف لائے اور وہاں کتبہ میں جو دیوار میں نصب تھا
سر سید احمد خاں بانی کالج کا یہ شعر پڑھا

اجرش و بد خدائے کہ کرد است یاوری با آں کسان کہ ناصرد یا ورنہ اشتقد

تو ہنزہ بھٹی کے دل پر بہت اثر پڑا۔ اور ان کی آنکھوں کے سامنے مسلمانوں کی
حالت زار اور ذی مقدرت اہل اسلام کی ضرورت توجہ کی تصویر بھر گئی۔ ہنزہ بھٹی نے

لے صوفیہ و طبیبہ کی مجلس توجہ الزوالہ مصنفہ مولوی امام الدین صاحب پٹنی

کالج کو میں ہزار لقا ۱ تھہ ہزار روپیہ سالانہ عطا فرمایا۔

اللہ آباد میں حسن محمد علی ریکو کچیل راسد علی اعظمی، کالوئس کا جلسہ ہوا۔ تو
ہزار ہا حاضرین کے سامنے بنی انتہاء کو بڑھکر نواب محسن الملک مرحوم وعد میں آگئے
تھے وہ مولانا حالی مرحوم صفت حیات سرسداۃ حال نے حسبِ دل لکھے ہیں سے

نہراں ماہ پیکر دیدہ ام درجہ عالیہ حیرت دیدہ ام
ایں حورست زینتِ ماماں ارتوہب ہفت کوکب لور افشاں ارتوہب
نوکمل ارتکمال کیستی منظر نور جمال کیستی

یہ تینوں شعر نواب محسن الملک نے ہلاکتِ دوق و تنوں لکھ لے خودی کے عالم میں سرسید
کو مخاطب کر کے پڑھے تھے مولانا حالی لکھتے ہیں اُس وقت کا سماں کبھی دل سے
واموں نہیں ہوتا۔

مولوی محمد عید الدین صاحب المصطفیٰ مولی اللہ دار سدی عثمانی (رحمۃ راجو ماہ)
۵ رمضان المبارک ۱۲۸۷ھ کو ایک محبتِ مامہ میں اظہارِ دیتے ہیں کہ میں شیخ سلیمان
اور پرتاس گندہ و جیرہ مصافحہ سے ہوا ہذا الدآما دہیجا یہاں ہر رمضان المبارک
کو شیخ رحیم محسن صاحب سوداگر چوک کے اُن حضرت سید وحی علی ساہ صاحب
مخدوم راہہ سید بلوی کی فاتحہ تھی بعد ازاں عساور و دجانی ہوئی اس کے بعد ماتھ بولی
کی رسم عمل میں آئی اور آخر میں مجلسِ مبارک منعقد ہوئی جب والے نے شیخ پڑھا
تبع ادا سے تو سر سے مروستم نہ لوک ساس جگر سے مروستم
تو شاہ محمد لشیہ صاحب محمدی الوالعلائی کو اس شعر کی کیفیت طاری ہوئی۔ اور
وہ درنگِ حال میں رہے

شیخ حلال الدین بھائی میری حو عالم منور اور مولانا گنگوہی رو کے مرید تھے
جب ایک مرتبہ روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوئے تو آوار آئی کہ
اپنے پیر مدعی کو مارا اسلام کہدیر احب آپ حضرت مولانا گنگوہی کی خدمت میں پہنچے

سہ حیات ماویہ دوم صوفیہ شائع ال

تو کہا کہ بوقت رخصت رسول مصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تقاضا آئی

تھی کہ اپنے پیر سے ہمارا سلام کہدینا۔ فرمایا جو اصل الفاظ ہیں وہ کہو۔ پیغام میں کتر بیونت کا کیا مطلب۔ مولانا جلال الدین خوف اور بے ادبی کی وجہ سے اصل الفاظ کہنے سے جھک پاتے تھے۔ آخر حضرت کے اصرار سے ”پیر بدعتی“ کے الفاظ بھی کہہ دیئے یہ الفاظ سننے ہی آپ پر وجہ کی حالت طاری ہو گئی۔ کہہ دئے اور اچھلنے لگے اور خواجہ حافظ شیرازی کا یہ شعر بار بار پڑھتے تھے۔

دم گفتمی و خرمندم عفاک اللہ نکو گفتمی جو اب تلخے زبید لب لعل شکہ خارا
نذکرہ غوثیہ میں لکھا ہے کہ تین روز تک یہی عالم رہا۔

ایک مرتبہ حضرت غوث علی شاہ قلندر ری نے پانی پت میں دہاں آپ کا مزار واقع ہے اپنی مجلس میں خواجہ حافظ کی یہ غزل پڑھی۔

حسب سال نوشتمے شدہ ایسا ہے چند قاصدے کو کہ فرستم بتو پیغامے چند
مابدال منزل عالی ننوا نیم رسید ہاں مگر لطفت شام پیش نہد گامے چند
اسے گدایان خرابات خدا یا رہ شامست جستم انعام دارید زانعامے چند
زادہ از کوچہ زرداں بسلامت بگذر تا خرابت نکند صحبت بدنامے چند
بیر میخانہ چہ خوش گفت بدر کش خویش کہ لگو حال دل سوختہ با خامے چند
حضرت یہ غزل پڑھتے تھے اور اہل مجلس بوٹ بوٹ ہوتے جاتے تھے۔

کیفیت اہل بزم کی تھی کوئی دل نہ تھا جو مضطرب نہ ہو اور کوئی آنکھ نہ تھی۔ جو اشک آلودہ نہ ہو گئی ہو۔

ایک دن حضرت غوث قلندر ری کی مجلس گرم تھی حضرت مولوی شاہ گل شن صاحب قادری مصنف نذکرہ غوثیہ و خلیفہ حضرت مرحوم نے عرض کیا کہ میا احسان اللہ شادی بہت اچھی پڑھتے ہیں۔ ارشاد ہوا اچھا حکایت شبان پڑھو۔ جس میں حضرت مولیٰ علیہ السلام اپنے خدا سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں۔

تو کجائی تا شوم من چاکرت چارقت دوزم کم شانہ صرت

لے جلے میں داب ماں میں حملہ در دال و مال ماں میں
 مدکرہ عوتہ میں لکسا ہے کہ حب یہ شروع ہوئی تو حضرت نے کہہ چہ ہمارا ک کا
 مدگہ سرخ اور آکھاس مثل شمع وں ہو گئیں؟ اسو ٹیپ ٹپ منہ کی طرح مرے گئے
 مام مجلس کی یہ حالت تھی کہ ایک کی دوسرے کو تیرہ رہی ایک ٹپ و طریب کیسب
 طاری تھی کہ سال میں ہنس سکتی اٹھارہ برس کے عرصہ میں صرف اس روز حضرت
 کو روئے ہوئے بچا۔

سلسلہ آس کا نام یہ عربی ناماد تھا آپ کے حالات سات مجید و عرب میں اور طبع کے قابل ہیں
 لاد آپ کی شانہ کو مونی اور وعات ۲۶ ربیع الاول ۱۱۱۱ھ کو عمرہ، برس چھ مہینے کچھ دن کی سی
 سلسلہ قاد یہ تھا مای طر مسرو سات اور محمد میں سر کی

مختصر تہذیب

درود

اگرچہ جماعت کے خلیفہ المسیح مولوی ملکیم نور الدین صاحب مرحوم اسپتہ
بھوپال کے حالات سفر کے دوران میں لکھتے ہیں۔ جب میں گوالیار پہنچا۔ تو میری ایک
ایسے برادر گستاخ سے ملاقات ہوئی جو حضرت سید احمد صاحب بھوپال کے خلعہ میں
تھے۔ مجھ کو ان کی صحبت میں کچھ لمبی خوشی حاصل ہوئی کہ میں وہی رہ پڑا۔ مجھ سے
بائیں کرتے کرتے انہوں نے پوروں شعر پڑھ سکے۔

نہ کر عوض مرے نصیبانِ ہجرم بچہ کا کہ تیری ذات غفور الرحیم کہتے ہیں
آہیں نہ کر دے نہ رو دیکھکے مجھے غم گین یہ اس کا بندہ ہے جسکو کریم کہتے ہیں
ان اشعار کے اثر جو میرے دل پر ہوا ہے وہ یہ ہے کہ آج اس سلسلہ میں اس
مات کو شاید پیاس مرے کے قریب نہ مانگدرتا ہے۔ لیکن وہ لذت اب تک بھی فراغت
میں ہوئی۔ اگر یہ یہ دعا اور یہ مصنفہ کی برادری نہیں کر سکتی۔ کہ معلوم نہیں کیسے دل
سے نکلی تھی جس میں شیب قسم کا اثر ہے۔

اللہ اور میری معروفیت یہ گلزاروری میں لکھا ہے کہ حضرت قبلہ عالم کا ایک مخلص
فقیر محمد نام حضرت کی قبر کا غلام ہو کر تین سال تک زندہ رہا۔ اور اس عرصہ میں رورو
کر یہ شعر پڑھتا تھا اور یہاں سے جلنے کا نام نہ لیتا تھا۔ ۵
جیتے ہی آباد ہیں کیونکہ کوسے جاناں جو بڑا کر بلبل نالایہ کمال باغ کے گلستاں بھوڑ کر
مولوی نور احمد صاحب تذکرہ نو گلبہ میں لکھتے ہیں۔ ماہ رمضان میں ایک ایک دن
نماز عشاء پڑھ کر مولوی فیض الحسن سہارنپوری مرحومہ کی یہ نغمہ غزل پڑھ کر ہوا تھا

مولانا فیض الرحمن نور الدین مولانا مولوی اکبر شاہ صاحب صاحب ابوری

ترا وہ ہے یا احمد مہام اللہ اکبر کا تری و سر شہسای ارہ ہے بچوں اور کا
 میں بڑی سے سیری خاک کو تر تہو حاصل رہا ماقی واک کو میسا ایسے مقدر کا
 رجحان نے فراری سے کہیں عیلم سہی یہ کسا ہے چلو ویکھو تڑپا نیوں عطر کا
 لکھتے ہیں ٹر متے پڑھتے رجب طاری ہوئی۔ اور اسی حال میں عالم سعدی میں
 چلا گیا دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رانی شکل میں سرے سامنے کھڑے میں
 حشر و امر اللہ بخش دوسوی نے ایک مرتبہ اسے دربار کے شہور گوئے عالم شاہ
 کے حرم کے انوار کو دہرائے روع کے مہار کے بھی کچھ گانا سامنے کا ارتاد فرمایا
 دار شاہ نے ایک غزل پڑھی جس کا مطلع یہ ہے

احب مار دیکھتا ہے آمار آپ کا غصے کی مٹھ دیکھتے ہے سارا آپ کا
 حواصا جس نے اس شعر کے مکرر کر رکھے کا ارتاد فرمایا۔ اور حاصر میں سے
 مخاطب ہو کر کہا داد و اکبہ اچھا سر سے جو حداب و کمبیات پیدا کر دیتا ہے۔

۱۹۱۱ء میں محمد مولود موسیٰ مسلم کے متعلق اسلامہ کل لاہور کے حبیبیہ ہال میں
 ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں سرسٹر گریجو ایٹا عالمالہ وں انڈیٹراں احادیات
 اور عام لوگ بھی شامل تھے حضرت مافظ حاجی سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری
 بھی اس موقع میں تشریف لکھتے تھے۔ عظیم ہوئے۔ نقش پڑھی گئیں۔ رسول کریم
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محدثں ردگی کے حسب حالات مہاں ہوئے۔ ناکس حسب
 مولوی طغر علی حال صاحب ایڈیٹراں و رمیدارے اچھا جسے پڑھا۔ حاضرین کے دل میں
 فی عجب حالت بھی اچھا رول طرف سے ہوئی اور انہوں نے عرب ملد ہوئے تھے۔
 خواہ تا تو سدا کر ہے تمام انگریزی حوالہ موم رہے تھے اور کئی اصی ساحل میں پیر
 اگر کھو اس صاحبان بھی تھے روال سے اپنے آلسو بوجہ رہے تھے نعمہ طغر
 نے دونوں میں اک حکاوی سی لگا دی بھی نظم کے حتم ہونے کے بعد لوگ مولوی
 طغر علی کے ہاتھ جوڑتے تھے۔ اس سے بھل گیر ہوئے تھے اس طرح اپنا
 صدائی کیفیت کا نقوب ادراں کے کلام کی داد دتے تھے اشعار حسب دلیل میں

و شمع اوجا لاجس نے کیا چاہیں جس نیکار کو نہیں
 لہاک لہاک شور نہ ہو گرا فتن سما کی نخل میں
 بخا فیس کھل سکے اہل کینہ در و فیس جان نہ ہو
 ہوا ہوا راز اک کسلی والے تہہ تہا دیاجنہ اشار و خیر
 وہ جس نہیں بیان اجسے لے لائیں کان فلسفے
 بھونڈے سے لٹکی عاقل کو قراں کیے سپاہ نہیں
 بوبکر و عمر عثمان و علی پر نہیں ایک ہی شعل کی
 ہم مرتبہ یار ان نبی کچھ فرق نہیں ان چاروں میں
 آئندہ ۱۲۹۸ء کے آخری ہفتہ اور نومبر کے ہفتہ اول کا ذکر ہے۔ میں ان دنوں

سخت بیمار اور تبدیل آہ و بھوس کے لئے معمول میں مقیم تھا۔ پہاڑی روز بروز روتھتی
 تھی اور میں اپنی زندگی سے قریباً یلوس ہو چکا تھا۔ کسی چیز سے دلچسپی نہ تھی۔ نالہ و دھڑا
 کی ایک طویل نظم کا پہلا بند عموماً دروز بان رہتا تھا جس کے چند شعر حسب ذیل ہیں۔

عالم فانی میں ہے ہر چیز کی کچھ انتہا
 یہ کوئی انصاف ہے غم ہو کبھی وہ کم نہ ہو
 ہم خطا کار و گنہ گار ہیں کوئی شک نہیں
 تو ہے آقا تجھ کو زیبا ہے کہ تو برہم نہ ہو
 ہم نے یہ مانا کہ ہے تخلیق انسان بہر غم
 ساتھ اسکے یہ بھی ہونا چاہئے یہ ہم نہ
 کچھ دنوں تو چاہئے اسکے لئے آخر بقا
 مانستے ہیں ہم بنائے عمر سخت حکم نہ

مصداق سے موت بھی خالی نہیں تسلیم ہے
 نوجوانی میں گم یہ قابل تر بیم ہے

مولانا شاہ سلیمان پھولپوری سرفراز پٹنہ کے فرزند مرحوم حضرت شاہ جن میاں صاحب اپنے ایک
 خط میں جو تمبر ۱۹۷۱ء کے پنجاب ریلوے لاہور جلد امیر ۲۰ میں مندرجہ پر درج ہوا ہے۔ پنجاب ریلوے کے
 ایڈیٹر اور اس تحریر کے مصنف مولوی غفر علی خاں صاحب بی بی کے کوکھ میں آپ کے اقرار بنوان مسلط علیہ کہ پنجاب ریلوے
 اور نام التاریخ میں دیکھے شعر ۲ ہرے حضرت قبلہ الدہا جہ کو بہت پسند آیا۔ اور نہایت ہی رقت و وجہ کے عالم میں
 آپ کو دعا میں دی گئیں اللہ تعالیٰ آپ کے ایماں میں۔ آپ کے خیال میں۔ آپ کی عمر میں۔ آپ کے مال و متاع میں
 آپ کی عزت و جہاں میں۔ آپ کے اہل و اولاد میں سب میں برکت عطا فرمائے۔ سرے حضرت والدہ ماجدہ قبلہ عالم
 مولانا شاہ پھولپوری صاحب داوری جسے آپ کو سلام و ارشاد دیتے ہیں یہ

شدت گریہ سے پیری رسالت ہی کہ میں ایک صریح بھی سنا ہے میں پڑھ سکتا تھا
 مہربانی میں ان اعتبار کو پڑھا کہ ۱۱۳۰ ریاں کے تاثرات و حدیث کی کتب سے روایا
 کتابت میں ہاں تک کہ ایک مہر آنکھ لگ گئی۔ اور جواب میں حرکیست مجھے نظر آئی اور خود
 بیماری کے شہتہ مائے اوکی لہجہ کم رہنے کے اُس نے میرے دل کو کچھ تقویت ملی
 دیدی۔ آخر میں لاہور آیا۔ اور ستانی مطلب نے حیدر علی کے ایک دل بعد لیتی اور لومر کو
 کال پلا اماہ کے بعد مجھے بحار سے بحال تھی

۱۹ نومبر کو تمار عذر کے بعد ماستا ہی محمد لاہوری میں مسلماناں طرابلس کے متعلق
 ڈاکٹر تاج محمد قبیل ایم اے، دایرج ڈوی سیرٹرائٹ لائے "حوں نہد کی بد" کے حوالہ
 سے ایک نظم پڑھی جس کا مضمون یہ تھا کہ حب میں رخت سحر یا بدھکر یہاں سے روانہ
 ہوا اور سستے مجھے رزم رسالت میں نے گئے دو مضمون سے فرمایا ہے
 نعل کے مدح وصال سے رک ڈالیا ہمارے واسطے کما حقہ لیکے تو اما

نو اکثر لوگ جملہ کھائے۔ اور جب جواب میں یہ کہا کہ ریاں دہرے دعا کی گئی ہیں
 علی التہذیب آگے ہر کو لا ماہیں اگر وہ آگے کسا ہے
 چھلکتی ہے تری آب کی آبرو اس میں طرابلس کے شہدوں کا ہے اب اس میں
 تو اس آخری شعر سے سامعین کے دلوں پر حوا تر کیا اور پھر کے مجمع میں خود رونا ک
 کیسے پیدا کر دی اس کی ا کی اگست یہ ہے کہ ا کی اللہ کے نعرے بلند ہوتے گئے
 اور آنکھوں سے آنسو رواں دوسے گئے۔

حضرت حامی شاہ محمد شہزاد کی مجلس گرمہ ہے پہلی محبت میں یہ آسمان ہاں گم کسی
 سر کو راہ راست پر لا رہا ہے طہر کی ماہ پڑھی دعا کی سے میاں خواہ کشت قوال د
 آہ کاو ماری قتل سے دہل کا جسمہ گرا پھی جوتی گلوٹی کی داد حاصل کر رہا ہے۔
 سرخانچہ کے مروجہ اندھ بھی میں کئی کن کے دل میں رہی اور کسی کے ماہی

۱۵ اکتوبر ۱۹۱۰ء اور پھر علی محمد شہزاد کی مجلس گرمہ ہے ایک سو پندرہ برس سے
 یاد کی عمر میں یہ مجلس پہلی ایسے دواماتی دار سناٹا اساتذہ کرام (اول)

مگر نہ محمد سے ہی کی ان کے تواسے بات مئی ورون سینہ میں رحم بے نشان زدہ
بیسریم کہ عجب تیر بے کمان زدہ

مولوی مرزا صاحب السناریک صاحب سہرا می مصنف تذکرۃ الواصلین
جو حضرت بابا شیر کے مریدان وقت پیش ہیں لکھتے ہیں۔ میں بھی اس مجلس میں دعوہ تھیں
اس وقت کی کیفیت اور طہات کو کیا بیان کروں۔ زبان کو اس کے بیان کیا نہ نہیں
مستاقان جگہ موختہ تھیں تھے اور لڑتے تھے۔

میں خواجہ نیش قول حضرت بابا شیر کہ نہایت مقبول نظر گویا تھے اور جب
کبھی سماع کی مجلس ہوتی تھی تو میں اس خواجہ بخش کی مولیت ایک لازمی امر قرار دی جاتی
تھی چنانچہ ایک مجلس میں یہ قول مذکور نے یہ دو بار پڑھا۔

ہم ادھر سب بات کے اور نظم کے مراج نظر کر کم کی رکھیں با نہر شے کی لانج
خواجہ بخش کی آواز حضرت بابا شیر کو کہ جو گئی۔ اہل اللہ اور اہل دل کی مجلس اور نیاز مند
و اعتراضات تفصیلات کے مضمون سے کہ پڑ شہر اظاہر ہے کہ سب لوگ قائل سے حال
ہیں آگئے ہونگے چنانچہ تذکرۃ الواصلین میں لکھا ہے کہ اس موقع کو یاد کرتے ہیں
اور روتے ہیں۔

حضرت شاہ غلام نبی صاحب ابو اللہ فی فیروز پوری اور میاں شاہ جیون صاحب
اور حضرت شاہ محمد شعیب صاحب نقاشی ابو العالی تباروی کی مجلس میں ایک دن
سماع ہوا۔ ریشہ مطرب نے یہ خیال شروع کیا کہ

میں سو ہی صورت پیار لی عزیٰ خاں گہا تل کہ ڈاری

مرلی کی دہرہ سیر سے کہ ری لگی

حضرت شاہ غلام نبی صاحب نے خود کہ حضرت شاہ غلام نبی کی چار پائی کے
گرد پھرتے تھے نہ تھرتھرتی دہرہ کہ بعد شاہ جیون صاحب پر بھی حالت طاری ہو گئی
یہ دیکھ کر حضرت شاہ غلام نبی نے کہا۔ پائی سے اتر کر دیش غلطی پر پڑھ گئے حضرت
شاہ صاحب نے تحذیر اسرا پائی منگوا یا۔ پھر آپس بہا۔ اور باقی ماہرہ ان دونوں حضرات

کو مشول ہمارا شاہ نے تخت سے لٹھیرا اٹھا دیا جس سے انکی حقاری کے شعلے مدہم پڑ گئے۔

حضرت مولانا محمد القدوس گنگوہی رحمہ اللہ بھی تھا جسے تسلیم لے جایا کرتے تھے اُس زمانہ میں شیخ علال الدین تھا جسے ملو عالم تھے۔ وہ حضرت مولانا گنگوہی کے مریدوں سے اکثر کہا کرتے تھے کہ تمہارا پیرو کیا ہے۔ یعنی ماجا کرتا ہے مریدوں نے حضرت کے پاس شکایت کی کہ شیخ علال الدین ہم کو ٹوٹتے رہتے ہیں دریا اگر پھر بھی کہیں تو کہا کہ وہ ماچتے بھی ہیں اور سچا بھی دیتے ہیں چنانچہ مولانا علال الدین نے مولانا گنگوہی کی تسلیم آدھی پر اس کے ایک مرید سے کہا کہوں یہاں تمہارے پیرو کیا آگئے اس نے کہا ہاں صاحب ہمارے پیرو ماچتے بھی ہیں اور سچا بھی دیتے ہیں۔ یہ سب ہی مولوی صاحب نے کپڑے پھاڑ کھنک کی راہ لی۔

کئی دن کے بعد ہوش آتا تو حضرت کی خدمت میں لکھا۔

کہ کچھ بیکس ٹنگے اور دوم روٹھ گئے سدا آوت جھاتی پھٹے ہو پانی لکھی رہ جائے حضرت نے اس کے جواب میں لکھا۔

پتھم پتیاں حب لکھوں کہ جو تم ہو بدلس قن موں میں موں میں موں تو کو کیا بدلس نہ شہر دیکھتے ہی مولانا علال الدین جواب دے میں علم و فضل میں کمال رکھتے تھے لے خود ہو گئے ہوں میں آئے تو دیکھا کہ سدا تمام دنیا وی آلائشوں سے پاک ہے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے مرید ہو کر خلافت حاصل کی اور گوشہ نشین ہو گئے۔

تذکر غوثیہ دعالات حضرت مولانا سید عوس علی شاہ قلندری پالی پتی قدس سرہا

لے کر مراد ہاتھ بیکس قلم ڈنگے گئے دوم مال ملکہ ہوش مطلب ہاتھ او تمام دل لرہ میں ہے قلم ہاتھ سے گرا مانا ہے خط لکھوں کو کس طرح لکھوں اور جب ہوش آیا ہے تو دروں میں سر شہر ہونا ہے سدا ہم دوست پتیاں بعد دیں دور سے اے دوست خط اس کو لکھا کرتے ہیں جو دور ہو اور جو قلم میں اور آنکھوں میں چھاسکو کما پیغام دے جائے سدا ہو کر غوثیہ صبح

میں لکھا ہے کہ حضرت غوث قلندری ایک مرتبہ کلیہ شریفین گئے۔ جہاں حضرت
محمود علاؤ الدین احمد صابریہ کا مزار تھوڑا سا واقع ہے۔ آہنگ سرود کی دھوم
ارباب شوق کی مستی اور اصحاب ذوق کی بالادستی سے ہنگامہ بزم گرم ہوا
سطحان خوش آہنگ کسی سوختہ دل کا یہ شعر گاہے تھے

یہ شکایت ہے ہمیں اس آبی گفام سے دور ساغر میں ہیں محروم رکھا جام سے
تین شخص پیشتر سنکر بادہ شوق سے سرمست ہوئے جنہوں نے قہقہہ لگا
کی گراگری سے اصغر و اکابر کو خاموش کر رکھا تھا حضرت غوث قلندری نے بیٹوں
سے الگ الگ کچھ سوالات کر کے ان کے جوش و خروش کو دیکھا کیا۔

حضرت امام الدین صاحب الوار الشہداء متخلص بہ شوقی ایک زبردست شیخ ہوئے
پس ستمبر ۱۹۱۴ء میں آپ کا عرس تھا آج آپ کی سند جہ ذیل غزل سے شروع ہوا ہے

عاشقوں کی لہن ترانی اور ہے	بحث علم عالمانی اور ہے
وہ ہمارا یار جانی اور ہے	کہا کریں ہم شکل یوسف دیکھ کر
لیکن الطاف نہانی اور ہے	ظاہر بخش کی صورت ہے کچھ اور
سوزش رورع روانی اور ہے	شمع پر پروانہ کا جلتا ہے دل
اس کی عمر جاودانی اور ہے	مر گیا مرنے سے پہلے جو کوئی
میری آشفۃ بیانی اور ہے	نالہ بلبیل ہے شوقی اور کچھ

اس غزل پر سامعین اور شائقین پر بڑی رقت طاری ہوئی۔ اور جملہ حاضرین محل
کی حالت میں تغیر آگیا۔ جذبات اور کیفیات کا ایک دریا تھا جو ہر شخص کے دل میں
لہریں مار رہا تھا۔

مولوی عبید الحکیم خاں لودھی مصنف شدت افتائی اپنی کتاب کے صفحہ ۴۲۲

سہ از اخبار رسول ایند ملطری نیوز لہ بیان مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۱۴ء

۱۔ صاحبزادہ سلطان احمد خاں میر طریت لاجپور جیش لائی گوٹ گوالیار لودھی صاحبزادہ آفتاب احمد خاں
میر طریت لاجپور سکریٹری عثمان کھر علی گڑھ آپ ہی کے صاحبزادے ہیں۔

پر گھستے ہیں حب میں جواب تمام احوال احمدی مرتضیٰ زمانہ سرگرمی کسی گولیاں کا کہ
شعر پڑھا ہوں ہے

کساں میں گلوں کے کان ہیں آواز ہر تیری یاد کو جی کرتا ہے ہر پتھر و ماں ہو کر
لو گھڑیوں اس کی گھنٹی سے سرور رہا دل جس پہل تشبیہوں اور رقی امتدادوں
میں یہ شعر پڑھا جا ہے وہ وہ ہیں آتے ہیں -

ہر جی سرور اعلیٰ صاحب مکہ ہر دلی سے فرمایا مرتضیٰ دعوہ مسعود شاہ
صاحب بلوی نے ملاحظہ فرمائیں چہیتہ ہمارے سے کی امارت سے رگتی بھی لکھا ہے
طرف سے اتفاق مجلس کو مع فرما دیا تھا چاہے جب تک یا راں جلسہ باقی رہے سرگرم
مجلس مدح ہو اگر تھا تھا اور اس وقت جس میں شعروں پہلو گلوں کو کیفیت طاری ہوئی
تھی وہ اس تک یاد ہیں اور جس کبھی پڑھتا ہوں وہی دہرائی گھنٹی پیدا ہو جاتی
سے چہا پیکر دلی کے دو شعر مدح عارفی ہمارے ہر مصلوٹوں میں بالکل متوفی اور عام ہیں،
پڑھنے میں سے پڑھتے ہی باوجود اس کسر کے ال کے دل کو حرکت دیتی اور وہ
چند لمحہ تک عارفی کیفیت میں رہتے شعر یہ ہیں -

گشتاں میں جا کر ایک گل کو دیکھا نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی لہجہ
سما ہے شعروں میں ایسا تو سرحد سرویتا ہوں اور صوفی تو ہے

اور تو کسک ہندوستان میں گور سرحد میں مشہور ہے کہ یہ ہے نہ روبرو
کا آخری مصباح شاہ داد علی شاہ فکس میں اچھا رہا کی کے دل پر دے کر دیا
جواب تمام اصل رستم کی مرضی کے خلاف ایک طویل قصیدہ جواب گور سرحد ہمارے
کی کتاب میں لکھا رہا کا القاب نیکو کہ جس کی کتاب میں سکھوں اور ہمارے
قصیدے پڑھے گئے اب جو دو اوروں کے لئے قصیدہ اکاس سے رقصیدہ
فہرست الماطر سے اور ڈائریس مشہور ہے وہ وہ شعر دلی میں دوح کے

شعر سرور اعلیٰ صاحب یاد دہشتی تھا سارہ رنگ سرودی دعوہ مسعود (میں مقیم ہیں -
سے اقتباس خط مولانا شہی مہمانی عارفی اسم مجلس

جاتے ہیں سے

تو زبیں کترین اک مدح خوان ذات انور ہوں
 کہ صراٹوں کموں کس سے جو میرا کام ہر دم ہو
 یہی ہے کند و مجھ پر عنایت اب نہ یہ کم ہو
 الٹی تیرا ایک ہر دم پر بھی مقدم ہو
 دعائے اختر ناچار میں تاثیر ہر دم ہو
 وزیر ملکہ انگلی بند ہر دم شاد و خرم ہو
 جب یہ قصیدہ نواب گورنر جنرل کے ملاحظہ سے گذر اتو بادشاہ کا مرثیہ حال دیکھ
 کر دل پر بہت اثر ہوا حکم ہوا جو بادشاہ طلب کریں بے نال بھیج دو۔ بادشاہ نے دو
 لاکھ طلب کیا۔ بول گیا

فتاویٰ القوم آزمیل ڈاکٹر سر سید احمد خاں بہادر بانی علی گڑھ کالج کی زندگی میں
 ایک مرتبہ مدرستہ العلوم پر ایک نظم پڑھی گئی تھی جس میں ایک شعر یہ بھی تھا
 دور سے امید نے جھلکی سی اک دکھلائی ہے ایک کشتی ڈوبتے پیرے کو لینے آئی ہے
 معلوم نہیں غوام پر اس شعر کا کیا اثر ہوا۔ لیکن سر سید اس شعر پر لٹو ہو گئے۔
 اور انہوں نے اس شعر سے وہ کام لیا۔ جو اور کسی کے خیال اور ذہن میں مشکل سے آ
 سکتا ہے اور ممکن ہے کہ خود شاعر کو بھی اس شعر کے عملی صورت میں آنے کی کبھی
 توقع نہ ہوئی ہو۔ سر سید نے اس شعر کو سامنے رکھ کر چندہ وصول کرنے کی یہ تدبیر کی
 کہ مسلمانوں کی حالت کو ایک تباہ شدہ جہاز کی صورت میں ظاہر کیا۔ اور مدرستہ العلوم
 کو ایک کشتی کی شکل میں دکھایا۔ جو جہاز والوں کو اس تباہی سے نکلانے کے لئے
 جہاز کی طرف آرہی تھی۔ غرض یہ تصدیق بنا کر انہوں نے نواب مختار الملک مرحوم
 (حیدر آباد دکن) کی خدمت میں بھیجی جس کا یہ اثر ہوا کہ نواب مختار الملک نے اپنی گھر

لے تخلص سلطان عالم واجد علی شاہ بادشاہ اودہ کا ہے۔ ۳۵ تاریخ اودہ، سید دوم صفحہ ۳۷۸ ۳۷۹
 غالب یہ شعر مولانا محاتی مرحوم کا ہے۔

سے بھی مقتول رقم دی اور حضور نظام دکن (مرحوم) سے پہلے تیں سو پھر پانچ سو
ہجور دلا یا جو لعدیں دوسرے ہجور ہو گیا۔

۹۱۵ء یا ۹۱۶ء کا ذکر ہے آرمیل مسٹر گوپال کرش گوگلے پوسے لاہور
میں تھے ان کا اسم مال اور ان کا حلوس بہایت شاں و سوکت سے کیا گیا تھا
ٹاؤں ہال میں اُن کا ایک لکچر بھی ہوا ہندو مسلمان کثرت سے شامل تھے لکچر سے
پہلے مولوی محرم علی صاحب جٹپی انڈیٹر فرس ہند حال مختار عدالت لاہور نے آرمیل
گوگلے کی شاں میں ایک معرکہ الارالظم پڑھی جس کا مقطع یہ تھا
لقلہ توجید سے ہندو مسلمان ایک ہیں حواہ چہی مام ہوا اور حواہ مسٹر گوگلے
مقطع کو مار مار پڑھہ انا گنا خود مسٹر گوگلے جھمٹے تھے اور مار مار اس کا تکرار
کر رہے تھے۔ بلکہ بعض لوگوں کا یہاں ہے کہ یہ مسٹر گوگلے نے روں
میں لکھ بھی لیا تھا اور کہتے تھے گوگلے جٹپی ہے اور جٹپی گوگلے ہے۔

۱۵ ستمبر ۱۹۱۵ء کو خالی تریں ۶۶۶ میں کو حواہ میں ہند ہوا اور ۲ فروری ۱۹۱۵ء کو پور
میں انتقال کر گیا ہندو مسلمان جیسا کہ آپ نے عرب پر اظہارِ روح واسوی کہا ہے۔

حصہ ششم

حال کے قال

مہاراجہ رنجیت سنگھ والی پنجاب کے زمانہ میں حافظ الہ بخش خالص بیار
ایک نامی بزرگ گزرے ہیں مولوی حافظ ولی اللہ صاحب جہنوں نے
عیسائیوں کے ساتھ مناظروں میں خاص نام پایا ہے۔ آپ کے فرزند نے
حافظ الہ بخش پنجابی زبان میں شعر کہتے تھے اور اچھا کہتے تھے۔ آپ نے ایک
دن جمعہ کی نماز پڑھانے کے بعد وعظ فرمایا اور دم واپسین یا عالم نزع
کی مشکلات کے متعلق اپنی تصنیف سے مندرجہ ذیل دو شعر پڑھے :-

الفنا اوکھے دیلے ہو دیں یار میرا۔ میری شکلاں کل آسان کریں

میری عاجزی نوں منظور رکھیں میرے اوگناں ول نہ دھیان کریں

تینوں واسطہ رب نے نام دا ای۔ نظر فضل دی میں مل حمان کریں

پیارا اکھدا دم اخیرے نوں۔ میرا خاتمہ نال ایمان کریں

ترجمہ :- بارالہا شکل (دم نزع) کے وقت میری دستگیری کر کے میری تمام شکلوں کو آسان
کر دے میری عاجزی اور گریہ و زاری کو قبول فرما اور میرے گناہوں کی طرف خیال نہ کر۔ بارالہا مجھے
اپنے نام کا واسطہ نظر فضل و کرم محرم نہ رکھنا پیار رکھنا (خاص) یہ التجا کہ ہے کہ جب کسی موت آوے تو اس کا خاتمہ ایمان
ان ہیبتوں کے خاتمہ پر حافظ صاحب پریشانی کا عالم طاری ہو گیا۔ لوگ
آپ کو حجرہ میں لے گئے۔ وہاں کچھ دیر نہ بیٹنے کے بعد پھر عشی ہوئی پھر
آفاقہ ہوا۔ دوسرے دن نور کے ترے کے آپ نے کلمہ نہر ۔ ۔ ۔ پڑھا۔ اور جان
جان آفریں کو سپرد کر دی۔

مقرر یہ الدین ہمارا رحیم سب کے در مار کے لوتیوں میں ایک لے ہما
رت تھے۔ ہاشم ساعر بھائی جس سے فقر صاحب کی دستی تھی۔ ایک دھو
ال سے ملے کے لئے آیا۔ فقیر صاحب اس وقت مار بڑھ رہے تھے چونکہ
مار کا کوئی وقف نہ تھا ہاشم صاحب ال کے ہاں بیجا۔ اور وہ بھی مار سے
دور ہوئے تو ہاشم نے کہا

ایہ سجدہ نہیں سج دا
اتھے کم کر کوئی سج دا
یہی بے وقت کا سجدہ رہا میں دسا کوئی اس کا کم کر دو حال تھریا
ہو فقر صاحب پر اس قدر کا مڑا اڑ پڑا دیر تک ٹھٹھتے اور چھوٹے تھے
ہاشم کی سستی بہ مہور ہے ہمارا رحیم سب کے لئے صرف اس پر
ہاشم کو معقول العام دیا مگر اس کی سالانہ رقم بھی مقرر کر دی تھی تاکہ دعوہ
ہمارا رحیم کہ ہاشم کوئی مدت تو سستی سے سداؤ۔ ہاشم نے ہمایا
حوش الخالی سے یہ شعر پڑھے۔

کابل ستوں ماہی دامنوں میں رہے حکم و جہ و سداؤں لوں رسدا
راکھس سے پردہ ہی سداؤ۔ اے کوئی گناہ نہ دساؤ۔ اٹھ اٹھ سدا
جو حال سدا اں رورو ویکھ ہی دل ہدا۔ درانہ کھسدا
ہاشم کام نہیں ہر کس دا۔ عاشق ہوں درس دا۔ رہوں درس دا
ترجمہ مجھے اپنے محبوبہ دوست کے لئے کابل توں کی چوہت کی سیر حکم میں ہے مگر یہی روئے روئے میں
ہے یہی دوست کی اس کا کھٹے پر اکر کا ہے وہ کسی نہ یا گناہ کے مجھ سے روٹھتا اور گناہ ہمارا دوسری
حالت میں سے ہے گناہ نہ لے کے ہمارا دریاں کر ہے ہاشم عاشق ہوا دقتی ہر کسی کا کام نہیں ہے۔

نہ دوہڑ اس کر ہمارا رحیم پر غیب تنوں طاری ہوا۔ ماہ مارہ مارتے
تھے کابل ستوں ماہی دا۔ ہاں ہاشم کس طرح را سداؤ۔ چہا سدا
دل ساد دفعہ ہی دوہڑا سدا در مار کے اراکس اور آمر دور رہی تھو مے
تھے اور مے لیتے تھے اور حکم رج و سدا۔ لوں لوں رسدا کی آوازیں آ رہی تھیں۔

ایک دفعہ مہاراجہ صاحب لاہور سے امرت سر تشریف لے گئے۔ طبیعت بگڑ گئی۔ بہت علاج ہوا۔ لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ کسی نے کہا اگر اس وقت مہاراجہ کو ہاشم کے کچھ دوہڑے سنائے جائیں تو شاید آفاقہ ہو جائے فوراً ایک سوار جگد یوٹیا۔ اور ہاشم کو ساتھ لے آیا۔ ہاشم نے اپنی مٹی تصنیف لیلیٰ مجنوں سے پہ دوہڑا پڑھا۔

مجنوں درد دیوانا لیلیٰ میں گرد دکھاں دا گھیرا۔ تے چند چو فیرا لکھیا بیکہ ایہو کچھ میرا ایہ دس نہیں کچھ میرا۔ اتے نہ تیرا ڈھونڈاں چال مان دی کوئی اتے لاواں زور تیرا۔ ملن او گھیرا ہاشم رات پئی سر مجنوں پر اوڑک ہوگ سویا۔ چاک اندھیرا ترجمہ: لیلیٰ مجنوں دکھوں اور مہینوں کی قید تیرا بن چار د نظر سے گھمراوی یہ نوشتہ تقدیر ہے ایسا نہ کچھ تیرا زور چلتا ہے نہ میرا۔ ملاقات کی رہیں بہت سی تلاش کرنا ہوں لیکن کوئی زور نہیں چلتا۔ لے ہاشم۔ مجنوں کے سر پر جو یہ کالی بلارٹ آئی ہے آخر یہ وہ شب پاک ہوئی کہ بعد صبح کی روشنی بھی نمودار ہوگی مہاراجہ نے جوش میں کہا نہیں ہاشم یہ نہیں۔ ایک دفعہ پھر وہی سناؤ۔ جو کامل شوق رانجن والے اچھلے برس سنایا تھا حکم کی تعمیل کی گئی۔ کہتے ہیں اسی وقت مہاراجہ کی طبیعت سنبھل گئی۔ اور رفتہ رفتہ بالکل تندرست ہو گئے

ہاشم کے دوہڑوں۔ بیتوں اور شعروں میں کس قدر اثر تھا اور اس کی آواز میں کیسی مقناطیسی کشش تھی۔ مندرجہ ذیل واقعہ سے بخوبی معلوم ہو سکتی ہے جو اس کے خاندان کے لوگ بیان کرتے ہیں۔

ہاشم کے خوش الحان اور اس کے دل پر اثر کرنے والے دوہڑے سنکر ایک برہمنی اُن کی عاشق ہو گئی۔ سرکار دربار میں عورت ذات کی رسائی نہ تھی۔ لیکن اور جہاں کہیں موقع ملتا وہ پہنچتی اور اُن کے دوہڑے سنتی۔ اور

لے جگد یو ضلع امرت سر میں ایک موضع ہے جو ہاشم کا وطن تھا۔ ہاشم شاہ ۱۶۷۷ء میں پیدا ہوا اور ۷۰ برس کی عمر میں وفات پا گیا۔

رار رار روتی۔ اس نے ہاشم شاہ سے کئی مرتبہ ملاقات کی خواہش کی لیکن وہ
انکا یہی کرتے رہے۔ رسمیں کے رستہ داروں نے میاں کبیر دلوں کا کام تمام
کر دیا جائے تاکہ قصہ ہی پاک ہو جائے۔ اسی اثنا میں یہ معاملہ حصار نامہ مک
پہنچ گیا۔ ہمارا صلے کہا ہمارے ہاشم کو کیوں تنگ کرتے ہو تم عورت کو
سمجھاؤ۔ تاکہ وہ اس کا خیال چھوڑ دے۔ انہوں نے سمجھایا لیکن اس پر
کوئی اثر نہ ہوا۔ آخر وہ مسلمان ہو گئی اور ہاشم نے اس سے نکاح کر لیا۔

وارث شاہ کا نام بچا بچے بچہ بچہ کی رماں پر ہے ہر وارث ساہنوں
رماں خواہ روڑمرہ سے سے مصائب اور مصائب کی سہ ہر داری ہی کا
محمود ہے ملکہ صاحبان نصرت کے لئے وہ حکمت و معرفت کے اصول
موتی ہیں۔ آپ اور فی کامل حضرت ملکہ شاہ قصوری ہم کتب تھے۔ اور
قصود میں مولوی حافظ علامہ نصیری صاحب کے مکتب میں پڑھا کرتے تھے۔
مولوی صاحب کو جب خبر ہوئی کہ وارث ملکہ لکھی ہے تو وہ جھا جھوٹے۔
اور متاب نامہ لکھا وارث شاہ ال دلوں قادی کے لئے (تعلیل یا کپٹس)
میں تعلیم تھے اُس کا عتاب نامہ دیکھ کر دوڑے آئے اور معدرب کے
حواسنگار ہوئے۔ مولانا نے کہا اس درس سے جو کچھ اچھا نکلا مگر تم اور
میں ملکہ صاحبان کس گھڑی آئے کہ درس تمام ہو گیا ہے اُس نے پڑھا لو
ساری لے لی۔ اور تم نے پڑھا تو یہ کام کہا دوسرے دن مرقا وارث سے
کہا۔ جو کچھ ہے اس سے کچھ سا تو سہی پھر وہ مقام سا حیاں محلہ میں اور
معاذوں کی مارا ہلکی کا تذکرہ سمجھا پھر واقعہ کا وہ حصہ پڑھا جس کے تذکرے میں ہے

تیر روح تے چاک تلووت حالوں مالسا مہ ایہ ہر مایا ای
رج پیر لے پتہ جو اس پیرے جہاں مچا چاں تدحوں لایا ای -
کیدولگا شیطاں ملعون جہاں جس نے ویر دیوال پھیر لایا ای
کوٹھا گورائے عرراشل کھیر حیر العدا امی روحوں مچایا ای

ترجمہ :- ہیر کو روح تصور کرو اور چاک کو قلبیت (جسم) پانچ پیروں کا جو تو کر ہے ۔
 وہ دراصل پانچ خواہش ہیں جن کے سہارے پر تیری زندگی کا دار و مدار ہے ۔ یکید و سنگٹے
 کو اس کے کارناموں کی وجہ سے شیطان سمجھنا چاہئے مکان کو قبر تصور کرو اور کھیرا جس کے
 نام سے ہی روح فنا ہوتی تھی عزرائیل ہے جو روح کو لیتے ہی فرار ہو گیا ۔

یہاں تک سنا تھا کہ مولانا کی حالت بدل گئی ۔ عشق الہی کی آگ بھڑکی اور اسی
 بھڑکی جس سے مجبور ہو کر ایک دلکش کو فرمایا "میرے سر پرے لوٹے سے پانی ڈالو"
 خادم نے تعمیل کی ۔ لیکن تعجب ہے کہ جب سکت ہوئی تو پھر وہی شعر پڑھنے کو
 کہا ۔ پھر کیفیت طاری ہوئی پھر پانی ڈالا گیا ۔ اور آخر کہا وارث تم نے بھی وارث
 کے مصنف عنایت اللہ کی طرح جواہرات منج کی رمی ہیں پرودیٹے ہیں ۔

خواجہ محمد سلیمان ایک مرتبہ حضرت خواجہ ہمدانی کے عرس پر جا رہے تھے راستہ میں
 حاجی پور میں قیام ہوا ۔ اشراق کے بعد مجلس منعقد ہوئی ۔ جب قوالوں نے یہ پنجابی راگ گایا
 ہیرے ہیرے بینوں مت کوئی آنکھ نہ میں ہیر سا بیٹی
 نہ میں سنگ کھیریاں دی بھائی نہ میں چو چاک بیٹی
 ذات صفات اوئی ونجہ رہیاں بیتاں چاک دے دل سیکھ بیٹی

ترجمہ

ہیر ہیر کے نام سے مجھے مت پکارو ۔ میں ہیر نہیں ہوں ۔ نہ
 کھیر یوں سے میرا تعلق واسطہ ہے ۔ اور نہ میں چو چاک کی بیٹی ہوں
 ذات صفات کی یہاں کیا ضرورت ۔

حضرت خواجہ کو اس راگ پر بہت رقت ہوئی دونوں ہاتھ ایک دوسرے پر لٹکتے تھے
 قوالوں کی طرف جاتے تھے اور واپس آتے تھے چند بار ایسا ہی کیا پھر آنکھیں شمال کی طرف اٹھا
 کر تشریف فرما ہوئے چند منٹ ہی گزرنے پر آئے تھے کہ بیہوش ہو کر گر پڑے ۔ نظر تک
 یہی کیفیت رہی جب مودن نے اذان دی تو جسم مبارک میں حرکت ہوئی مولوی محمود
 سے پوچھا کہ کوئی کلمہ تلاوت کرنا ہے نہیں نکلا انہوں نے جی نہیں میں جواہر یا تو فرمایا ۔ الحمد للہ ۔

مقصود مولوی محمد انیس علی خاں صاحب مدظلہ العالی

لکھنؤ
چھ سو روپے
قیمت
قیمت
قیمت
قیمت

ایک ہزار روپے قیمت حاصل کرتے ہیں اس کتاب میں سکھانے کے لئے
معاہدہ کی حاجت حاصل ہو

صفحہ نمبر	باب	صفحہ نمبر	باب	صفحہ نمبر	باب	صفحہ نمبر	باب
۱	چھ سو روپے	۲	چھ سو روپے	۳	چھ سو روپے	۴	چھ سو روپے
۵	چھ سو روپے	۶	چھ سو روپے	۷	چھ سو روپے	۸	چھ سو روپے
۹	چھ سو روپے	۱۰	چھ سو روپے	۱۱	چھ سو روپے	۱۲	چھ سو روپے
۱۳	چھ سو روپے	۱۴	چھ سو روپے	۱۵	چھ سو روپے	۱۶	چھ سو روپے
۱۷	چھ سو روپے	۱۸	چھ سو روپے	۱۹	چھ سو روپے	۲۰	چھ سو روپے
۲۱	چھ سو روپے	۲۲	چھ سو روپے	۲۳	چھ سو روپے	۲۴	چھ سو روپے
۲۵	چھ سو روپے	۲۶	چھ سو روپے	۲۷	چھ سو روپے	۲۸	چھ سو روپے
۲۹	چھ سو روپے	۳۰	چھ سو روپے	۳۱	چھ سو روپے	۳۲	چھ سو روپے
۳۳	چھ سو روپے	۳۴	چھ سو روپے	۳۵	چھ سو روپے	۳۶	چھ سو روپے
۳۷	چھ سو روپے	۳۸	چھ سو روپے	۳۹	چھ سو روپے	۴۰	چھ سو روپے
۴۱	چھ سو روپے	۴۲	چھ سو روپے	۴۳	چھ سو روپے	۴۴	چھ سو روپے
۴۵	چھ سو روپے	۴۶	چھ سو روپے	۴۷	چھ سو روپے	۴۸	چھ سو روپے
۴۹	چھ سو روپے	۵۰	چھ سو روپے	۵۱	چھ سو روپے	۵۲	چھ سو روپے
۵۳	چھ سو روپے	۵۴	چھ سو روپے	۵۵	چھ سو روپے	۵۶	چھ سو روپے
۵۷	چھ سو روپے	۵۸	چھ سو روپے	۵۹	چھ سو روپے	۶۰	چھ سو روپے
۶۱	چھ سو روپے	۶۲	چھ سو روپے	۶۳	چھ سو روپے	۶۴	چھ سو روپے
۶۵	چھ سو روپے	۶۶	چھ سو روپے	۶۷	چھ سو روپے	۶۸	چھ سو روپے
۶۹	چھ سو روپے	۷۰	چھ سو روپے	۷۱	چھ سو روپے	۷۲	چھ سو روپے
۷۳	چھ سو روپے	۷۴	چھ سو روپے	۷۵	چھ سو روپے	۷۶	چھ سو روپے
۷۷	چھ سو روپے	۷۸	چھ سو روپے	۷۹	چھ سو روپے	۸۰	چھ سو روپے
۸۱	چھ سو روپے	۸۲	چھ سو روپے	۸۳	چھ سو روپے	۸۴	چھ سو روپے
۸۵	چھ سو روپے	۸۶	چھ سو روپے	۸۷	چھ سو روپے	۸۸	چھ سو روپے
۸۹	چھ سو روپے	۹۰	چھ سو روپے	۹۱	چھ سو روپے	۹۲	چھ سو روپے
۹۳	چھ سو روپے	۹۴	چھ سو روپے	۹۵	چھ سو روپے	۹۶	چھ سو روپے
۹۷	چھ سو روپے	۹۸	چھ سو روپے	۹۹	چھ سو روپے	۱۰۰	چھ سو روپے

مسلک کا یہ کتاب چھ سو روپے سالہ طریقت